تعمیر حیات

★

شعبۂ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

نیکیوں کی متعدد صورتیں

حضرت ابوذر جندب بن خباب رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے آپؐ نے فرمایا اللہ پر ایمان اور اسکے راستہ میں جہاد میں نے کہا کس گردن کا آزاد کرنا افضل ہے فرمایا جو مالکوں کے نزدیک سب سے اعلیٰ اور سب سے بیش قیمت ہو۔ عرض کیا اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ فرمایا کرنے والوں کی مدد کردیا کرو یا بے سلیقہ اور پھوہڑ آدمی کا کام بنادو۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہوسکے فرمایا لوگوں کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہونچاؤ تو یہ خود اپنے اوپر تمہارا صدقہ ہوگا۔

(بخاری۔ مسلم)

★

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

★

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ
مطابق ۲۵ مئی ۱۹۷۱ع

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ۰ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

Regd No. L 1981
FORTNIGHTLY
Phone 22948

TAMEER - E - HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

الادب العربی
بین عرض ونقد
(از مولانا سید محمد رابع ندوی - ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے جو الادب العربی بین عرض ونقد کے نام سے عربی زبان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔ اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ✽ تنقید وتجزیہ ✽ ادبی نمونے
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔
(قیمت صرف چار روپے)

معلم الانشاء
(از مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی)
انشاء تمام زندہ زبانوں کا اہم مضمون ہے۔ موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے بھی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔ دعوت وتبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط وتعلق نے اسکو اجتماعی وادبی بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہے۔ چنانچہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اس کے ایک نئے سلسلے کی ترتیب دی ہے جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری رہنمائی کرسکے اور عربی مدارس میں تعلیم انشاء کا نصاب بن سکے۔
کاغذ کتابت وطباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۷۵
حصہ دوم (" " ") " ۲/۶۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

دہلی اور اسکے اطراف
از مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب
ناظم سابق ندوۃ العلماء
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا۔ اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، عمیق اور متنوع تھا۔ آپ اس سفرنامہ میں شعر وسخن کا ذوق سلیم، علمی تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور ان کی شاخوں اور تفسیر اصطلاح، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے۔ قیمت مجلد [illegible]

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمن
از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
چودہویں صدی ہجری کے مشہور ومقبول بزرگ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دلوں پر اثر کیے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت کی روح ہے۔ وہ حضرات جو ودود ومحبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت [illegible]

جزیرۃ العرب
از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء
جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ وادب کی چیزیں بھی پیش نظر رکھی گئی ہیں۔ اسکی وجہ سے اس جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم وجدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں۔ اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

ملنے کا پتہ
مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow

قرآن کا پیام

(از مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی)

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ
دِیْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ یُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِیْتُمْ
اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ وَمِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖٓ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا
فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝

اور اہل کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان لانے والوں پر جو نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور دن کے آخر میں انکار کر بیٹھو، عجب کیا (وہ بھی) پھر جائیں اور واقع میں بجز اس کے کہ جو تمہارے دین کا پیرو ہو اور کسی پر ایمان نہ لاؤ آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اور یہ سب اس غصہ میں کر رہے ہو کہ کسی اور کو وہ چیز مل گئی جو تمہیں ملی تھی یا وہ لوگ تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں غالب آجائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ فضل اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا ہے، بڑا علم والا ہے وہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اللہ ہی بڑا فضل والا ہے اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک ڈھیر (کا ڈھیر) امانت رکھا دے تو بھی ادہ تجھے ادا کر دے اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھا دے تو وہ تجھے اس کو واپس نہ کرے بجز اس صورت کے کہ اس کے (سر پر) کھڑا رہے یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر امیوں کے باب میں کوئی ذمہ داری ہی نہیں یہ لوگ اللہ کے اوپر جھوٹ گھڑ رہے ہیں درآنحالیکہ خوب جان رہے ہیں۔

(دن بھی میں)

یہ اشارہ ہے یہود خیبر و عرینہ کی جانب۔

(اس چال اور تدبیر سے)

امنو وجہ النہار۔ یہاں ایمان اظہار ایمان کے معنی میں ہے یعنی صبح ایمان ظاہر کرو۔

وجہ النہار۔ یعنی صبح دن کا اول حصہ۔

انزل علی الذین امنوا۔ یعنی جو ان مومنین کے خیال میں ان پر نازل ہوا ہے۔

لعلہم۔ ضمیر ان لوگوں کی جانب ہے جو واقعۃً مسلمان تھے۔

مدینہ و مضافات مدینہ کے یہود کی چالیں مسلمانوں کے خلاف عجیب عجیب رہتی تھیں۔ ایک بار آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد یہ سوچا کہ ہم میں بعض صبح کے وقت صداقت اسلام کا اقرار کر لیا کریں اور پھر چند گھنٹوں کے بعد اس اقرار سے رجوع کر لیا کریں اور کہہ دیا کریں کہ خوب غور و فکر اور مطالعہ توریت کے بعد اس نئے دین کی تصدیق نہ ہوئی اس لئے ہم اس سے

نکل آئے ہیں۔ اہل عرب پر ہمارے علم و اخلاق دونوں کی دھاک تو بیٹھی ہی ہوئی ہے، لوگ کہیں گے آخر کوئی خرابی تو اس نئے دین میں ہے جو ایسے ایسے لوگ اس سے باہر نکل گئے۔ اور عجب نہیں کہ اس تدبیر سے کچھ پرانے مسلمان بھی اکھڑ جائیں۔

تاریخ یہود میں منافقت کی یہی ایک مثال نہیں خود ان کی کتابوں میں یہ واقعہ بصراحت درج ہے کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب اسپین میں اسلامی حکومت تھی تو حکومت کے "مظالم" فرضی یا واقعی کی بنا پر بہت سے یہود نے اپنے ربیوں کی اجازت اور فتوی کے مطابق اپنے قبول اسلام کا اظہار شروع کر دیا تھا اور درآنحالیکہ دل میں سب کے سب منکر ہی تھے (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد اول ص ۴۳۲ و ۴۳۳) اور آج یہ جو بڑے بڑے فرنگی "محققین" یہود و مسیحی مستشرقین نے فرنگی زبانوں میں سیرۃ نبوی لکھنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اپنے علم و تحقیق، وسعت مشرب و بے تعصبی

کی دھاک بٹھا کر تمہید بڑے زور کی اٹھاتے ہیں اور معلوم یہی ہونے لگتا ہے کہ "پیغمبر عرب" اور "مصلح عالم" کی نعت اور "مقنن اعظم" اور "مثیل موسیٰ" کی منقبت میں دریا کے دریا بہا دیں گے لیکن آگے چل کر نتیجہ نکالتے ہیں کہ نعوذ باللہ انھیں کچھ خلل دماغ سا تھا، یا یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے مضامین کہیں سے سن سنا کر انھیں چرا لیتے تھے۔ وقس علیٰ ہٰذا۔ تو یہ بھی ٹھیک اسی قدیم یہودیانہ دجل و تلبیس کا ایک جدید فرنگی نمونہ ہے اور بس۔

یعنی حقیقۃً اور دل سے تصدیق تو بس اپنے ہی والوں کی کیا کرو ——— وہی یہود کا قول چل رہا ہے۔

(جواب اسلام کے نام سے ظاہر ہوئی ہے اور جس کی صداقت پر دلائل عقلی و نقلی قائم ہیں، نہ کہ تمہارے محدث و مخترعات)

قل۔ خطاب پیغمبر علیہ السلام سے ہے۔ اور یہ فقرہ کلام یہود کے جواب میں ہے۔

(اور اسی ڈر سے سہمے جا رہے ہو۔)

مثل ما اوتیتم۔ یعنی دولت نبوت۔ خطاب قوم یہود سے ہے، یعنی تمہیں اصل خلش تو بس اس کی ہے کہ انبیاء تو ہمیشہ سے ہماری نسل و قوم سے پیدا ہوتے رہے ہیں، اب ایک عرب اور اسمٰعیلی کو یہ دولت کیسے ملی جا رہی ہے۔

یحاجوکم عند ربکم۔ یعنی قیامت کے دن مسلمان یہود پر یہ کہہ کر غلبہ نہ حاصل کر لیں کہ ان لوگوں نے بھی تو دنیا میں ہماری تصدیق کی تھی۔

مفسر واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت تفسیر کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے (روح)

(اپنی حکمت مطلقہ اور مصلحت کاملہ کے مطابق)

قل۔ خطاب پیغمبر علیہ السلام سے ہے۔

واسع۔ اس کے کارخانۂ فضل و عطا میں کمی نہیں پھر یہ کیوں فرض کر لیا گیا کہ فلاں نسل یا قوم نعمت نبوت سے ہمیشہ محروم رہے گی۔

علیم۔ وہ اپنے علم کامل کے مطابق جس کی جیسی استعداد دیکھتا ہے اسے وہ نعمت عطا کر دیتا ہے۔

(بخل اور کمی کا اس کے ہاں گزر کہاں)

من یشاء۔ وہ جسے چاہتا ہے حسب مصلحت تکوینی۔

(بہ احتیاط و دیانت تمام)

یعنی یہود سب کے سب یکساں نہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ایسے امین و متدین بھی ہیں، یہی لوگ آگے چل کر مسلمان ہو گئے۔ یہود اس وقت مدینہ و حوالی مدینہ میں ساہوکار یا مہاجن کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے مالی امانتیں بھی ان کے پاس رکھا دی جاتی تھیں۔

یہود کے حب زر کی یہ کتنی صحیح تصویر ہے۔

دینار۔ (Denarius) رومی حکومت

باقی ص ۳ پر دیکھئے

پندرہ روزہ
تعمیر حیات لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
چندہ سالانہ: ۸ روپے ششماہی ۴ روپے ——— فی کاپی ۳۵ پیسے
جلد (۸) ۲۵ مئی سنہ ۱۹۷۱ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۱ھ شمارہ ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانہ سازبتوں نے کیا دیا؟!

سعید الاعظمی ندوی

مشرقی بنگال کے حالیہ واقعات نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ قوم و نسل اور زبان و ملک کی بنیاد پر جو قومیں دنیا کے نقشہ میں ابھرتی ہیں اور اس مصنوعی تقسیم پر عقیدہ رکھتی ہیں وہ کبھی کامیاب زندگی سے ہمکنار نہیں ہوتیں، اور رنگ و نسل زبان و تہذیب کے یہ خانہ ساز بت انھیں ایسے ہولناک انجام سے دو چار کرتے ہیں، جس کی ایک جھلک مشرقی پاکستان میں بنگالی اور غیر بنگالی کی نفرت و عداوت کے نتیجہ میں خون آشام خانہ جنگی میں نظر آ سکتی ہے، تاریخ کی یہ خوفناک خانہ جنگی جس میں انسانی جانوں سے زیادہ سستی انسانی عزت و آبرو سے بڑھ کر بے قیمت و حقیر دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے، اس تنگ نظر ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے جو مادہ پرست تہذیب کا کمزور قوموں کے لئے سب سے بڑا عطیہ ہے۔ تاکہ یہ قومیں ذہنی حیثیت سے ہمیشہ اس تہذیب کی غلام بن کر رہ جائیں اور ہمہ دم باہم دست و گریباں رہ کر اس عظیم الشان اجتماعیت سے کنارہ کش اور محروم رہ سکیں جو اسلام کی سب سے اہم اور اولین دین ہے، اور جس کو قرآن کریم نے اللہ کی نعمت سے تعبیر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اس نعمت پر احسان مندی اور شکر کا جذبہ ابھارا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم أعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا

اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔

اسلام سے پہلے انسانیت جس باہمی آویزش اور تفرقہ و انتشار کا شکار تھی، اس کا حال تاریخ سے واقفیت رکھنے والے ہر شخص کو اچھی طرح معلوم ہے اس وقت جن بتوں نے دلوں پر قبضہ جما رکھا تھا وہ یہی رنگ و نسل، حسب و نسب، زبان و ادب اور بے جا تفاخر و تعاند کے بہت تھے جو معمولی معمولی باتوں پر مدتوں قوموں کو لڑایا کرتے تھے۔ اور انسانی جان و مال عزت و آبرو کا سودا انتہائی سستے داموں کیا کرتے تھے وہ اسلام ہی کا احسان عظیم تھا جس نے عداوت کو محبت، نفرت و حقارت کو الفت و محبت، اور انسانی خون میں رنگے ہوئے ہاتھوں کو دست ہائے شفقت و محبت میں تبدیل کیا تھا، اور اجڑی و برباد انسانی بستی اور برسر پیکار قبائل کے شہر خموشاں کو گہوارۂ انس و محبت اور شہرستان انسانیت بنا دیا تھا، اور فضائے عالم میں یہ آواز حق اس طرح گونج رہا تھا۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأبیض علی أسود ولا لأسود علی أبیض الا بالتقوی، کلکم من آدم وآدم من تراب۔

کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل ہے مگر تقوی کے ساتھ کہ اصل معیار فضیلت تقوی ہے تم میں سے ہر شخص آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔

یہی وہ پیغام ہے جو درحقیقت اسلامی اجتماعیت کا سرچشمہ ہے اور جہاں سے اتحاد و اخوت کے سوتے پھوٹے اور مختلف قوموں اور ایک دوسرے سے متحارب قبائل و برادریوں کو بے تکلف متحد ہونے اور رشتہ اخوت و الفت میں منسلک ہونے کا اولین موقع ملا۔ جس سے انسانی جان و مال، عزت و آبرو کی قیمت معلوم ہوئی اور انسانی تاریخ میں اخلاق کا وہ اہم باب دریافت ہوا جس سے انسانیت ابتک ناآشنا تھی۔ اسلام نے جہاں اپنے متبعین کو اس بات کی تعلیم دی کہ وہ اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی ایک مقدس امانت تصور کریں اور اس کے حکم کے بغیر اس میں کوئی تصرف نہ کریں وہیں اس نے دوسرے انسانوں کی اہمیت اور ان کے اکرام کی بھی تلقین فرمائی اور ہر ایسی بات سے روکا جو دوسرے انسان کے لئے اذیت کا باعث ہو یہاں تک کہ دوسرے کا مذاق اڑانے اور نام بگاڑ کر بولنے تک سے سختی سے باز رکھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے میدان جنگ میں بھی سخت سے سخت دشمن کا مثلہ کرنے کو انسانیت کی توہین اور انسان کی بے وقعتی کے مرادف سمجھا۔

ایک طرف اخلاق و انسانیت کی یہ اعلیٰ قدریں تھیں جن کو مسلمانوں نے اپنا کر بساطِ عالم پر ایک پر ہیبت و باوقار قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کی اور دنیا پر اپنا سکہ جلایا، دوسری طرف ایسے واقعات ہیں جو خود مسلمانوں کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں اور جو ان کو ایک مردہ و بے جان قوم بنا کر مادہ پرست قوموں کا غلام بنا چکے ہیں، مشرقی بنگال ہو یا مغربی بنگال ہندوستان ہو یا پاکستان، ایران ہو یا ترکستان جہاں بھی مسلمان اخلاقی زوال کا شکار ہوں گے اور اس عظیم اجتماعیت سے کٹ کر جو اسلام نے ان کو عطا کی، زبان و تہذیب اور گھریلو رسم و رواج کے خانوں میں تقسیم ہوں گے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جس کا تصور ممکن ہے اور جس شقاوت و قساوت کا مظاہرہ انسانوں نے بارہا اپنی بستیوں میں اس وقت کیا ہے جب وہ مذہب و عقیدہ اور اخلاق و انسانیت کی تمام بندشوں سے آزاد ہو گئے۔

مشرقی پاکستان کے واقعات کو اس بات کی دلیل بنانا کہ اسلام .... ایک ناکام مذہب ہے اور اسلامی نظام دو مختلف التہذیب طبقوں کو متحد رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا زبردست حماقت یا تجاہل ہے، مسلمانوں میں جب بھی غیر اسلامی امور کا رواج ہوگا اور جاہلی تہذیبوں کا تسلط ہوگا یہی نتیجہ برآمد ہوگا، یہ بات اسلامی نظام و قانون کی اہمیت و عظمت کو کم کرنے یا اسکو ناکام ثابت کرنے کے بجائے مزید اس کی حقانیت و عظمت کی دلیل ہے اس لئے کہ یہ خانہ جنگیاں ان اصولوں سے ہٹ کر اور غیر اسلامی اصولوں کو اپنا کر زندگی بسر کرنے کے نتیجہ میں پیش آئیں۔ اسلام پہلے ہی بتا چکا ہے کہ افضلیت و برتری کا معیار زبان ہے نہ تہذیب، اور نہ رنگ و نسل اور قوم و وطن۔ اس لئے جب بھی ان چیزوں کو اہمیت دی جائے گی اور ان کی بنیاد پر ...... حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا انتشار و تفرقہ پیدا ہوگا۔ اجتماعیت کا شیرازہ پارہ پارہ ہوگا، دوست دشمن ہوگا اور دشمن دوست، اور وہ سب کچھ ہوگا جو نہ ہونا چاہئے اور وہ تمام مشکلات و مسائل پیدا ہوں گے جو ناقابل برداشت بھی ہوں گے اور غیر متوقع بھی۔

یہ واقعات نتائج ہیں اس جاہلی عصبیت اور بے لگام فکر کے جس کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے اور نہ اس کے لئے اس کے نظام میں کوئی گنجائش ہے۔

(باقی ص ۱۲ پر دیکھئے)

فحش گوئی

زبان کی لائی ہوئی مصیبتیں! — تعلیمات نبوی کی روشنی میں

(مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

فحش گوئی کی مختلف قسمیں ہیں، ایک قسم تو قوت شہوانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے مرتکب زیادہ تر رندانہ بے باک نوجوان اور بے تکلف دوست و احباب ہوتے ہیں، مثلاً جب اس قسم کی بے تکلفانہ اور رندانہ صحبتیں قائم ہوتی ہیں تو عورتوں کے حسن و جمال کا ذکر ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں اس قسم کے حالات و واقعات بیان کئے جاتے ہیں جو بعض اوقات شرمناک حد تک پہنچ جاتے ہیں،

عربی میں اس قسم کی فحش گوئی کو رفث کہتے ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت میں،

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

(البقرہ ۲۵)

حج کے دنوں میں نہ شہوت کی کوئی بات کرنی چاہیئے نہ گناہ کی اور نہ لڑائی کی۔

اس کی ممانعت کی گئی ہے، لیکن زمانہ حج کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس زمانے میں مردوں اور عورتوں کا عام اجتماع ہوتا ہے اور سفر میں پردے کی پابندی مشکل ہوتی ہے اس لئے اس قسم کے چرچے نہایت آزادی کے ساتھ کئے جا سکتے ہیں۔ حالاں کہ یہ زمانہ صرف ذکر الٰہی کا ہوتا ہے، ورنہ حج کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اسلام میں عام طور پر اس قسم کی فحش گوئی ممنوع ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور مردوں کے ایک مجمع میں خطبہ دیا، اور حمد و ثنا کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتا ہے، اور اس طرح خدا کے پردے میں چھپ جاتا ہے"؟ لوگوں نے کہا "ہاں" پھر فرمایا کہ "اس کے بعد لوگوں کی صحبتوں میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا" اس پر سب لوگ خاموش رہے، پھر عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "کیا تم سب اس قسم کے واقعات بیان کرتی ہو"؟ اس پر ایک عورت نے دو زانو بیٹھ کر کہا "ہاں مرد اور عورت دونوں اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں"، فرمایا "تم لوگ جانتے ہو کہ اس کی مثال کیا ہے؟ اس کی مثال اس چڑیل کی ہے جو گلی میں ایک شیطان سے ملی اور اس نے اس سے مباشرت کی، حالانکہ لوگ اس کو دیکھ رہے تھے"۔

مقصود یہ ہے کہ علانیہ کرنا اور کھول کر بیان کرنا دونوں کی بے شرمی کی صورت یکساں ہے، اس فحش گوئی کی ممانعت کا فلسفہ یہ ہے کہ حدود الٰہی کی حرمت کا تخیل ہر حال میں برقرار رہے، ورنہ جب باتیں زبان پر آئیں گی تو وہ اپنی اہمیت کھو دیں گی، اور قول و عمل کے لئے ایک دن راستہ صاف کر دے گا، یہی سبب ہے کہ اس قسم کی باتوں کے بیان کے لئے جب ناگزیر ضرورتیں پیش آتی ہیں، تو مجاز و استعارہ کی زبان میں ان کو ادا کیا جاتا ہے تاکہ مدعا ظاہر ہو اور شرم کا پردہ بھی ڈھکا رہے، چنانچہ قرآن مجید میں اس قسم کے واقعات مجاز و استعارہ ہی کے پردے میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ (نساء ۳)

حالاں کہ تم ایک دوسرے تک پہونچ چکے (یعنی میاں بیوی ہم صحبت ہو چکے۔)

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (نساء ۷)

یا تم نے عورتوں کو چھوا (یعنی ان سے صحبت کی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ خدا بڑا حلیم اور شریف ہے اسی لئے اس نے جماع کو کنایۃً لمس (چھونے کے) لفظ سے بیان فرمایا ہے۔ اسلام نے اس کے لئے جو الفاظ پیدا کئے ہیں وہ فقہی مسائل کی تشریح میں مجبوراً آئے ہیں گو وہ اب عام استعمال کی وجہ سے تصریح کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں، لیکن درحقیقت وہ سب کے سب کنایے اور استعارے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پاخانہ پیشاب اور دوسرے نفرت انگیز اور شرمناک امراض ...... کا ذکر بھی کنایۃً کرنا چاہیے، پاخانہ اور پیشاب کے لئے احادیث میں "قضائے حاجت" کا لفظ مستعمل ہے جو ایک کنایہ ہے، قرآن مجید میں اس کے لئے غائط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو لغت میں نشیب زمین کو کہتے ہیں۔

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (نساء)

(یا تم میں سے کوئی پست زمین سے (ہو کر) آیا ہو؟)

چونکہ عام طور پر لوگ اس مقصد کے لئے پست زمین کو پسند کرتے ہیں اس لئے استعارۃً اس سے پاخانہ مراد لیا گیا۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پاخانہ بھی ایک استعارہ ہے جس کی اصل پائیں خانہ ہے چونکہ پاخانے عموماً مکانوں کے کنارے بنائے جاتے ہیں، اس لئے ——— استعارۃً ان کو پائیں خانہ کہا گیا ہے، پھر تخفیف کے اصول کے مطابق پاخانہ ہو گیا، اور اب کثرت استعمال سے استعارہ کی شان باقی نہ رہی، قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے برص کی تعبیر سُوْء سے کی ہے جس کے معنی برائی یا عیب کے ہیں۔

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى (طٰہٰ ۱)

اور اپنے ہاتھ کو سکیڑ کر بغل میں رکھ لو اور پھر نکالو) تو وہ بدون اس کے کہ کسی طرح کا داغ ہو سفید براق) نکلے گا اور یہ دوسرا معجزہ ہے۔

فحش گوئی کی دوسری قسم کا تعلق قوت غضبیہ سے ہے، جس کا نام سب و شتم یا گالی گلوچ ہے۔ اور یہ صورت عموماً جنگ و جدل کے موقع پر پیش آتی ہے، زمانہ حج میں چونکہ عام اجتماع ہوتا ہے اور اس حالت میں لڑائی جھگڑے کا زیادہ امکان ہوتا ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے ایک عام لفظ "فسق" سے اس کی ممانعت کی ہے

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرہ ۲۵)

حج کے دنوں میں نہ شہوت کی کوئی بات کرنی چاہیے نہ فسق کی نہ جھگڑے کی۔

گالی گلوچ کی مختلف صورتیں ہیں بعض اوقات انسان ایک شخص کے ماں باپ کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس کے نسب میں عیب نکالتا ہے، کبھی خود اس شخص کے عیوب ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی نفرت انگیز مرض مثلاً برص یا جذام میں مبتلا ہو تو اس پر بھی طنز کرتا ہے، بعض حالتوں میں اگر اس نے کوئی برا کام کیا ہے یا اس کے ساتھ کوئی برا برتاؤ کیا گیا ہے تو اس کا اظہار کرتا ہے قرآن مجید نے اجمالی طور پر ان تمام صورتوں کی ممانعت صرف ایک لفظ سے کی ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (نساء ۲۱)

اللہ کو بری بات کا پکار کر کہنا پسند نہیں، مگر جس پر ظلم ہوا (وہ ظلم کو برملا بیان کر سکتا ہے)

اور قرآن و حدیث میں جا بجا بدزبانی سے بچنے کے حکم و مصالح نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) ایک مصلحت یہ ہے کہ گالی گلوچ میں عموماً لوگ تعدی کرتے ہیں۔ یعنی اگر ایک شخص ایک گالی دیتا ہے تو دوسرا دو دیتا ہے اگر ایک شخص کسی کے باپ کو برا کہتا ہے تو دوسرا اس کے باپ ماں دونوں کو اس میں شامل کر لیتا ہے، اس لئے دوسرے کی تعدی سے محفوظ رہنے کا یہ طریقہ ہے کہ کسی کو گالی نہ دی جائے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید کی اس آیت میں یہی نکتہ بیان کیا ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام ۱۳)

اور (مسلمانو) خدا کے سوا دوسرے جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو۔ یہ لوگ بھی نادانی سے بڑھ کر خدا کو برا کہہ بیٹھیں گے۔

اسی نکتہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے، کہا گیا کہ یا رسول اللہ صلعم کوئی اپنے ماں، باپ پر کیونکر لعنت بھیج سکتا ہے؟ فرمایا "اس طرح کہ جب کوئی کسی کے باپ کو بھلا کہے گا تو وہ بھی اس کے ماں باپ دونوں کو برا بھلا کہے گا"۔

(۲) بدزبان آدمی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے، اور لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیتے ہیں حدیث میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ "اپنے قبیلے میں یہ نہایت برا آدمی ہے"۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس بیٹھا تو آپ اس سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملے، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "جب آپ نے اس کو دیکھا تو برا کہا پھر اس سے نہایت لطف و محبت کے ساتھ ملے۔" فرمایا "عائشہ تم نے مجھ کو بدزبان کب پایا؟ خدا کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برا شخص وہ ہوگا جس کی بدزبانی کے خوف سے لوگ اس کو چھوڑ دیں"۔

(۳) بدزبانی دور وحشت و جہالت کی یادگار اور تہذیب و شائستگی کے خلاف ہے۔ ایک بار حضرت ابوذرؓ نے ایک غلام کو ماں کی گالی دی، رسول اللہ صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ تم میں جاہلیت کا اثر باقی ہے، امام بخاری نے ادب المفرد میں اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ غلاموں یا نوکروں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں۔

(۴) رفق و ملاطفت اور شرم و حیا شریفانہ اخلاق ہیں اور اسلام نے خاص طور پر ان کی تعلیم دی ہے، لیکن بدزبانی ان کے بالکل مخالف ہے، ایک بار کچھ یہود رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بجائے "السام علیکم (تم کو موت آئے) کہا حضرت عائشہؓ نے جواب میں کہا علیکم ولعنکم اللہ و غضب اللہ علیکم یعنی تم سب پر موت آئے، خدا تم پر لعنت بھیجے اور تم پر خدا کا غضب نازل ہو، رسول اللہ صلعم نے سنا تو فرمایا کہ "اے عائشہ نرمی اختیار کرو اور سختی و بدزبانی سے بچو۔"

(۵) گالی گلوچ کی ممانعت کا ایک نہایت دقیق نکتہ یہ ہے کہ اس میں عموماً بے شرمی اور بے حیائی کی باتوں کو الفاظ کی صورت میں منہ سے نکالا جاتا ہے، اور دہرایا جاتا ہے، اس سے رفتہ رفتہ ان مکروہ باتوں کو الفاظ کی صورت میں جرأت پیدا ہوتی ہے اور بے حیائی کے الفاظ بڑھ کر اعمال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، یہی سبب ہے کہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے بدزبانی کو حیا کے بالمقابل ذکر فرمایا، ارشاد ہے کہ "بدزبانی جس چیز میں شامل ہوتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے، اور حیا جس چیز میں ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدزبانی اور فحش گوئی حیا کے خلاف ہے۔

(۶) گالی گلوچ سے لوگوں کے دلوں کو اذیت پہونچتی ہے، حالانکہ مسلمانوں کو ایذا رسانی سے احتراز کرنا چاہیے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، مردوں کو برا بھلا کہنے کی ممانعت اسی لئے کی گئی ہے، کہ اس سے زندوں یعنی مردوں کے عزیز و اقارب اور دوست احباب کے دلوں کو اذیت پہونچتی ہے۔

(۷) گالی گلوچ لڑائی کا پیش خیمہ ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنا بھڑنا کفر ہے، اس لئے جو چیز اس کا ذریعہ بنتی ہے وہ اگر کفر نہیں تو کم از کم فسق تو ضرور ہے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

"سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر"

مسلمانوں کو برا بھلا کہنا گناہ ہے اور اس کے ساتھ لڑنا کفر۔

ان تمام مراتب کے پیش نظر رکھنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بدزبانی اور فحاشی اسلامی تعلیمات اور اسلامی خصوصیت کے منافی ہے۔ اس لئے جو شخص صحیح اسلامی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے وہ اس بداخلاقی میں رہنا پسند نہ کرے گا، اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ

جو مسلمان ہے وہ طعن و تشنیع نہیں کرتا لعنت نہیں بھیجتا، بدزبانی اور فحش کلامی نہیں کرتا۔

ایک اور حدیث میں بدزبانی کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام وجوہ تو انسانوں کی باہمی گالی گلوچ اور لعن طعن سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن اس قسم کی بدزبانیاں صرف انسانوں تک محدود نہیں ہیں، بلکہ بے جان اور بے عقل سے خالی چیزوں سے بھی جب نقصان پہنچتا ہے تو لوگ ان کو بھی برا بھلا کہہ بیٹھتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص حوادث زمانہ کا شکار ہوتا ہے تو وہ زمانہ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ اس میں زمانے کا کیا قصور ہے، یہ جو کچھ ہوا ہے مشیت الٰہی سے ہوا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے ان چیزوں کے برا بھلا کہنے کی ممانعت کی ہے اور اس مفہوم کو رسول اللہ صلعم نے خود اللہ تعالیٰ کی زبان سے اس طرح ادا کیا ہے کہ خدا کہتا ہے کہ انسان زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالاں کہ میں خود زمانہ ہوں اور رات و دن میرے ہاتھ میں ہیں یعنی زمانہ کو برا بھلا کہنا خود خدا کو برا بھلا کہنا ہے، ایک بار ہوا ایک شخص کی چادر کو ادھر ادھر اڑانے لگی اس نے ہوا پر لعنت بھیجی تو رسول صلعم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو وہ صرف خدا کی فرمانبردار ہے۔

ایک سفر میں ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت بھیجی رسول اللہ صلعم نے اس اونٹنی کو الگ کر دیا، یہ اس عورت کی سزا تھی تاکہ وہ دوبارہ اس قسم کا کلمہ نہ کہہ سکے۔

اسلام میں گالی گلوچ کے صرف یہی معنی نہیں کہ کسی کو مغلظات سنائے جائیں بلکہ ہر وہ بات جس سے کسی کی توہین یا دل آزاری ہو، گالی ہے، کسی کو فاسق یا کافر کہنا اگرچہ عرف عام میں گالی نہیں ہے لیکن اسلام میں وہ ایک سخت گالی ہے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو فاسق و کافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ فاسق و کافر نہ ہوگا تو یہ تہمت خود لگانے والے انسان پر لوٹ آئے گی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر وہ شخص فاسق یا کافر ہوگا تو اس کا کہنے والا فاسق و کافر نہ ہوگا۔ تاہم اگر اس کا مقصود محض اس شخص کی تفضیح و تشہیر ہو تو گنہگار ضرور ہوگا۔

بہر حال اسلام نے جان و مال کی طرح ہر مسلمان کی عزت اور آبرو کو بھی محفوظ کر دیا ہے، اور رسول اللہ صلعم نے ایک مقدس دن ایک مقدس مہینہ اور ایک مقدس شہر میں (یعنی حجۃ الوداع میں) ایک خطبہ میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کر دی ہے کہ خدا نے تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزت کو اسی طرح حرام کر دیا ہے جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے اور تمہارے اس شہر میں محترم ہے۔

(سیرت النبی)

فضائل و واقعات درود شریف

تجربات کے آئینہ میں

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی موجودگی میں کسی بات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رہتی لیکن لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہے کہ بزرگوں کے حالات سے رغبت زیادہ ہوتی ہے اسی لئے اکابر کا دستور اس ذیل میں کچھ حکایات لکھنے کا بھی چلا آ رہا ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک فصل زاد السعید میں مستقل حکایات کی لکھی ہے جس کو بعینہ لکھتا ہوں اس کے بعد چند دوسری حکایات بھی نقل کی جائیں گی، حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

مواہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جاویں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سر انگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جاوے گا۔ وہ مومن کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں۔ آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔ (حاشیہ حصن)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ (از جلیل القدر) تابعی ہیں اور خلیفہ راشد ہیں۔ شام سے مدینہ منورہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ شریف پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ (حاشیہ حصن از فتح القدیر)

روضۃ الاحباب کے امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنیؒ جو امام شافعی رحمۃ اللہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا وہ بولے مجھے بخش دیا اور حکم فرمایا کہ مجھ کو تعظیم و احترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا درود ہے؟ فرمایا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

(حاشیہ حصین)

مناہج الحسنات میں ابن فاکہانیؒ کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریر تھے انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہو گئی۔ اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ایک ہزار بار پڑھیں، ہنوز تین سو بار پڑھنے تک نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی اور نعبد الممات کے اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بھی اس میں پڑھنا معمول ہے اور خوب ہے وہ درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اور شیخ مجد الدین صاحب قاموس نے بھی اس حکایت کو بسند خود ذکر کیا ہے

(فیض)

بعض رسائل میں عبید اللہ بن عمر قواریریؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا وہ مر گیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے سبب پوچھا کہا میری عادت تھی کہ جب نام رسول پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھتا ہوں تو صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑھاتا۔ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل پر سے گزرا۔

(گلشن جنت)

دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے کہ مولف کو سفر میں وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی اور ڈول رسی کے نہ ہونے سے پریشان تھے ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیا اور کنوئیں کے اندر تھوک دیا پانی کنارے تک ابل آیا، مولف نے حیران ہو کر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یہ برکت ہے درود شریف کی جس کے بعد انہوں نے یہ کتاب دلائل الخیرات تالیف کی شیخ زروق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مولف دلائل الخیرات کی قبر سے خوشبو مشک و عنبر کی آتی ہے۔ اور یہ سب برکت درود شریف کی ہے۔

ایک معتمد دوست نے راقم سے ایک خوش نویس لکھنؤ کی حکایت بیان کی ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اسی غرض سے بنائی تھی لکھ لیتے اس کے بعد کام شروع کرتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آنکلے اور کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے، وہ بیاض سرکار میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔

مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا۔ وہاں ایک مہینے تک خوشبو عطر کی آتی رہی، حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا۔ فرمایا یہ برکت درود شریف کی ہے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے۔

ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے اس سے سبب حصول اس درجہ کا پوچھا اس نے کہا میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا میں درود لکھتا تھا اس سبب سے مجھے یہ درجہ ملا۔ (فض)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حکایت ہے کہ ان کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی انھوں نے فرمایا، یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ۔ اس درود کو درود خمسہ کہتے ہیں۔

(فض)

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

مولانا سید محمد ثانی حسنی (مدیر رضوان)

دلبر و خوشتر نازک پیکر
گوہر و اختر زیبا منظر
جسم مزکیٰ روح مطہر
روئے منور زلف معنبر
خلق کے سرور رحمتِ داور
شافع محشر ساقیٔ کوثر
جس کی ثنا قرآن کے اندر
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ
جس کے قدم سے صحرا گلشن
جس کی نظر سے خار گلِ تر
کفر کے پربت بن گئے رائی
ان کو لگائی ایسی ٹھوکر
مصر و عراق و شام کے فاتح
سب ہیں اسی کے در کے گداگر
وہ ہی ہمارا سرور آقا
ہم ہیں اسی کے نوکر چاکر

اس پہ فدا ماں باپ ہمارے
جان تصدق مال نچھاور
عشق میں اس کے ہم دیوانے
کیوں رہتے ہیں بے حال اکثر
اس کے فراق و ہجر میں کیوں ہے
جسم بھی تر اور دامن بھی تر
اس کی حقیقت کو کیا جانے
ملحد بے دین کافر خودسر
ذکر سے اس کے دل کو سکینت
روح بھی شاداں لب بھی معطر
ذکرِ خدا کے بعد یقیناً
ذکر ہے اس کا سب سے بہتر
ذکر مبارک وردِ زباں ہو
لحظہ بہ لحظہ دن بھر شب بھر
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
سب کے لبوں پر قند مکرر

زائر حرم حمید صدیقی مرحوم

نورٌ علیٰ نور

اللہ اللہ، نور ہی نور
ہر شے نور سے ہے معمور
ذرہ ذرہ بقعۂ نور
جان تجلی، ناز تجلی [illegible]
[illegible] جمال سجدہ نور
[illegible]
[illegible] جلوہ [illegible]
[illegible] فردوس نظر
[illegible]
[illegible] رحمت [illegible]
[illegible] دولت سے معمور
[illegible] جام [illegible]
[illegible]
دیدہ [illegible] مجبور
[illegible] کوئی قریب اور کوئی دور
جن کی اک اک موج [illegible]
[illegible] مجھ کو منظور
دیدۂ باطن [illegible]
راز جو دل میں ہیں مستور
سب ہیں [illegible]
[illegible] دل پہ غم سے چور
اہل حرم [illegible]
[illegible] دیدۂ نم
[illegible] اس کی حد معلوم
دل [illegible] ہے جی دم
آنکھیں روئے ہیں مجبور

شرق اوسط کی ڈائری (۴)

سلسلہ کے لئے دیکھئے شمارہ ۱۰ اپریل

تحریر: مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
ترجمہ شمس الحق ندوی

عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

الجمعۃ الشرعیۃ کی مسجد میں میری تقریر

آج جمعہ تھا ہم لوگ (الجمعۃ الشرعیۃ) کی مسجد گئے، شیخ احمد عثمان نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی خطبہ موقع و محل کے بہت مناسب تھا نماز کے بعد حاجی علی صاحب نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے ایک معزز مہمان عالم تقریر کریں گے، میں منبر پر چڑھا اور مجھے خدا نے کہلوایا کہا میں نے اپنی تقریر میں، اسلام اور مسلمانوں کی اس کمپرسی کا جو اس وقت ہر ملک و شہر میں پائی جاتی ہے ذکر کیا، اور اس جماعت کو اس کی استقامت اور وقت کے دھارے کے ساتھ نہ بہنے پر مبارکباد دی میں نے ہندوستان و مصر کی ان شخصیتوں کا ذکر کیا جو سنت پر عامل اس کے نگہبان و محافظ رہے، میں نے حاضرین سے کہا کہ اس صورت حال کو بدلنے، دھارے کا رخ فساد و بگاڑ سے ہٹا کر اصلاح و درستگی کی طرف پھیرنے کے لئے اور خود اپنے ملک اور اپنے لوگوں میں اسلام کی کمپرسی کو دور کرنے کی خاطر بڑی جد و جہد، محنت و جانفشانی، ایثار و قربانی کی ضرورت ہے اور یہ کام نقل و حرکت، اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت اور اس کے لئے محنت و مشقت اٹھائے بغیر نہیں ہو سکتا۔

میں نے یہ بھی کہا کہ اسلام کوئی میراث نہیں ہے جو بیٹے کو باپ سے یا ایک نسل کو دوسری نسل سے ملتی رہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، جو لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں ان لوگوں نے دین کی قدر و قیمت نہیں سمجھی اس لئے کہ اسلام ان کو کسی مشقت کے بغیر مفت اور بلا قیمت مل گیا یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کو کوئی گزند پہنچتی ہے کوئی خطرہ اسے جھنجھوڑتا ہے تو ایسے لوگوں کے کان تک جوں تک نہیں رینگتی، ان میں کوئی حرکت اور جذبۂ مقاومت نہیں پیدا ہوتا، اس کے برعکس صحابہ کرام کی جماعت ہے جنھوں نے اسلام کے لئے خون کا دریا پار کیا اور مصائب و آلام کے پل پر سے گزرے اس لئے ان کو جان و مال، محبوب و مرغوب ترین چیزوں حتی کہ آل و اولاد سے بھی زیادہ عزیز دین تھا، ہم فرداً فرداً اپنا جائزہ لیں اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالیں دیکھیں کہ کون کوشش جد و جہد اللہ کے دین کے لئے انجام دی، آزمائش، مصائب و مشکلات میں صبر و ثبات، اسلامی حدود کی حفاظت اور راہ خدا میں قربانی دی، یہ وقت کا سر ادا بنا کہ باب نظر آتا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہم اس پر خدا کا شکر ادا کریں، موجودہ صورت حال کا مجرم اولین خود کو گردانیں اور پھر اپنے اعمال و کردار کو درست اور مستحکم و مضبوط کرنے کا فیصلہ کریں۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ

(پ ۲۰ رکوع ۱۳)

کیا لوگوں نے سمجھا کہ ہم ایمان لائے یہ کہہ کر چھوڑ دئے جائیں گے اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے، ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا، پس ضرور جان لیں گے کہ وہ لوگ جنھوں نے سچ کہا اور وہ ضرور جان لیں گے جو جھوٹ بولے۔

جب میں نے تقریر ختم کی تو جماعت کے بانی شیخ محمود خطاب کے بیٹے اور ان کے خلیفہ جماعت کے موجودہ صدر شیخ امین خطاب منبر پر تشریف لائے اولاً تو پہلے مقرر کا شکریہ ادا کیا اور پھر ایک گھنٹے تک مفصل تقریر کی جس میں دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترغیب دلائی بہت سے فقہی مسائل بیان کئے صفات باری کا مسئلہ متشابہات اور نہی عن المنکر کی حقیقت پر روشنی ڈالی تقریر ان کے وسعت مطالعہ و نقول حدیث کے استحضار و جماعت میں ان کی مقبولیت و با اثر ہونے کی غمازی کر رہی تھی۔

تقریر طویل ہونے کے باوجود اکثر لوگ جم کر بیٹھے رہے کوئی ٹس سے مس نہ ہوا کوئی اٹھا بھی تو الّا شدید ضرورت و مجبوری کی بنا پر۔

جمعیۃ کی مسجد

مسجد نہایت سادی، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور زیب و آرائش سے مبرا و خالی تھی، اور اسی طرح نماز اور خطبہ میں بھی کوئی قابل اعتراض اور خلاف سنت بات نہ تھی خطیب نے خلفائے راشدین کے لئے دعا نہیں کی ان کا ذکر خطبہ میں نہیں آیا یہ ایک نئی بات تھی، اہل احناف بھی ہمیشہ سنی نماز تعدیل، ارکان، رکوع و سجود، سکون و اطمینان میں ممتاز تھی نماز اس خوبی مسجد کے نظام نمازیوں کے سکون کا سماں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، جب شیخ منبر سے اترے تو نمازی ہم لوگوں سے مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑے، اپنے ملک ہندوستان کے حفظ مسافت کے علاوہ کہیں اور لوگوں کو اس اخلاص و محبت کے ساتھ مصافحہ کرتے اور دعا کی درخواست کرتے نہیں دیکھا۔

جمعیۃ اور اس کے بانی سے متعلق ایک بات

اس جمعیۃ کی بنیاد داغ بیل شیخ محمود سبکی نے ڈالی، آپ ۱۲۷۴ھ ضلع صوفیہ کے ایک مقام سبک میں پیدا ہوئے، عام کسان بچوں کی طرح پرورش پائی، اپنے والد کی بکریاں چراتے اور باغ کی رکھوالی کرتے، کچھ پڑھا لکھا نہیں جب بڑھ کر بالغ و جوان ہو گئے تو شیخ احمد ابن محمد جبل السبکی خلوتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذکار و وظائف میں مشغول ہو گئے اور اپنے کو عبادت و ریاضت کے اس مقام پر پہنچایا کہ شیخ نے ان کو مریدین کی اصلاح اور طالبین سلوک کی دیکھ بھال کرنے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں علم کی محبت بھی ڈال دی۔

اس وقت وہ ۲۰ برس سے زائد عمر کے ہو چکے تھے مگر زیور علم سے عاری تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اولاً انہوں نے خط لکھنا سیکھا۔ پھر ازہر گئے، وہاں اتنا علم حاصل کیا کہ ازہر کے طالب علموں کو درس دینے لگے، اور یہ سب کچھ تقریباً ایک ہی سال کی مدت میں ہوا، جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب رفتاوی ائمۃ المسلمین) میں خود بیان کیا ہے۔ دوران تعلیم میں ان کا معمول یہ تھا کہ ازہر میں پڑھتے اور دیہاتی بچوں کی تربیت کرتے ازہریوں میں وہ ازہری ہوتے اور دیہاتیوں میں واعظ مرشد ہوتے۔ شادیوں میں کھیل تماشوں، ناچ گانوں کو ختم کرنا شروع کیا۔ رنج و غم کے موقعوں پر جو ناروا باتیں ہوتی تھیں ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنے لگے۔

اور دوسری مسجدوں میں پھیلی ہوئی بدعات کے خلاف جد و جہد شروع کی۔ ادھر ازہر سے امتیاز نمبروں سے عالمیت کی سند حاصل کی، اور درس دینے میں مشغول ہو گئے دوران درس میں زبان و قلم دونوں سے جہاد کرتے رہے ۱۳۲۵ھ میں ایک انجمن قائم کی جس کا نام (الجمعیۃ الشرعیۃ لتعاون العاملین بالکتاب والسنۃ المحمدیۃ) رکھا، اس کمیٹی کا کام واعظین و مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھیجنا سنت کے مطابق مسجدوں کی تعمیر اور قومی صنعتوں کا قیام تھا۔ آپ کے اس اخلاص، کد و کاوش

اور اس جد و جہد کا مصری اضلاع پر نمایاں اور کھلا ہوا اثر پڑا جو صحت عقائد، توحید میں پختگی شرک و بدعت سے بے تعلقی شریعت اور اسلامی معاشرت کی پابندی میں صاف نظر آتا ہے یہ جماعت اور اس کے ارکان صافوں اور ان شرعی ڈاڑھیوں سے پہچانے جاتے ہیں جو مصر میں نایاب و ناما نوس ہو گئی تھیں، علماء اور دیندار طبقہ میں بھی ڈاڑھیوں کا رواج اٹھ چکا تھا۔

۱۹۵۲ء میں شیخ کا انتقال ہوا، شیخ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ امین محمود خطاب جن کا ذکر گزر چکا۔ شیخ کے قائم مقام ہوئے، میں جب اس جماعت کے لوگوں سے ملا ہند کے علماء دیوبند اور ان کے متبعین کی یاد تازہ ہو گئی وہی عقاید کی درستی، اتباع، سنت کا شوق، دینی شعائر و آداب کی پابندی، توحید و صفات باری کے نظریہ میں ان دونوں جماعتوں میں بڑی یگانگت و یکسانیت پائی جاتی ہے، اگر مسئلہ صفات متشابہات کے مفہوم کا اختلاف نہ ہوتا تو جمعیۃ الشرعیۃ اور اہل نجد متحد الخیال ہوتے۔

تحریکوں کی زندگی کا انحصار زمانہ کی نبض شناسی پر ہے

ہم نے محسوس کیا کہ ان ممالک میں جو مغربی تہذیب کے سامنے سپر ڈال چکے ہیں، سیلاب مادیت کا شکار ہیں وہاں یہ جماعت زیادہ بہتر اور امید افزا حالت میں ہے۔ یہ انجمن اس سرچشمہ کو سینے سے لگائے ہوئے ہے جو اس کو انجمن کے بانی سے ورثہ میں ملا ہے۔ لیکن کیا مستقبل میں بھی یہ انجمن اپنے نشاط و سرگرمی کو باقی رکھ سکے گی اور اپنے کارکنوں کے روحانی اثرات سے فائدہ اٹھائے گی؟ یا رفتار زمانہ کا ساتھ دے گی؟ اس کا انحصار جد و جہد، غور و فکر، دعوت، پیغام، اس زمانہ اور نئی نسل کے لئے نئے اسلوب طرز فکر کے اختیار کرنے پر ہے، تجربہ بتاتا ہے کہ بہت سی انجمنیں اور جماعتیں ایسی ہیں جن کی داغ بیل ایک مخلص، صاحب فکر و با اثر شخصیت ڈالتی ہے لیکن جب اس کی جگہ ایسے لوگ آتے ہیں جو اس کے سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں کرتے، زمانہ کے تقاضوں اور اپنے دعوت و پیغام کے طریقہ و اسلوب میں توازن نہیں قائم کرتے اور زیادہ موثر و نفع بخش طرز اسلوب نہیں اپناتے تو یہ جماعت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو دیتی ہے یا لاشۂ بے جان ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس انجمن کو ایسے برے انجام سے محفوظ رکھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہم تھوڑی دیر صدر انجمن کے پاس بیٹھے، بال کھچڑی (کچھ کالے کچھ سفید) چہرہ پر زہد و عبادت کا نور عیاں، وقار و سنجیدگی کے ساتھ ساتھ ان کی ظرافت و زندہ دلی بھی بہت بھائی۔

حاضرین مجلس کو موضوع بدل بدل کر باتیں سناتے ہیں مصری انداز گفتگو اور دیہاتی زبان میں بات کر کے ان کو ہنساتے رہتے ہیں۔

عالم عربی کا زوال

دوستوں نے مجھے بتایا تھا کہ استاذ سعید رمضان قاہرہ میں ہیں شہر اور دیہی علاقوں میں ان کی آمد و رفت اپنے دوستوں اور (اخوان المسلمین) کے اراکین سے ملتے رہنے اور سرگرم عمل رہنے کا حال بھی سنایا تھا، میں ان سے ملنے کا بڑا مشتاق تھا، اسلامی تحریکوں اور شخصیات سے ملاقات کو میں اپنے اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ اور اس کا حاصل سمجھتا ہوں جب حجاز میں میرا زیادہ ٹھہرنا ہوا تو عرب ممالک کا میں نے زیادہ قریب سے مطالعہ کیا، وہاں کی اخلاقی گراوٹ، حکومت کے ظلم و جور، سیاسی انارکی، دین سے بیزاری و انحراف، مادہ پرستانہ ذہنیت کی تلخ حقیقت عرب ظالم حکومتوں کے ہاتھوں ضائع ہو جانے اور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو کر رہ جانے کے حالات سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا جو قوم و حکومت کے مال سے اس طرح کھیل رہے تھے جیسے بچے کنکریوں اور ٹھیکروں سے کھیلتے ہیں، سیاسی پارٹیاں معاشرے سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں اور اپنے سیاسی مقصد کی خاطر لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی تھیں اور ایسے لوگوں کو جن کے دل اسلام سے منشرح نہیں تھے ان کو اپنا آلۂ کار بنا کر اس بات پر برابر آمادہ کر رہی تھیں کہ وہ اسلام پسندوں پر اقتدار حاصل کر لیں۔

اپنے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ اس نازک صورت حال اور عالم اسلام کے زوال سے ایسی طاقت ور عوامی تحریک ہی بچا سکتی ہے جس کی بنیاد ایمان و تقویٰ اور اعلاء کلمۃ کی جد و جہد پر ہو اس فاسد معاشرہ کو اجتماعی امراض سے پاک کرنا اور اسلامی نظام حیات کو اسلامی ملکوں میں جاری کرنا، میں نے محسوس کیا کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے معاملہ اس سے بہت آگے بڑھ چکا ہے کہ انفرادی کوششوں، دینی وعظوں اور تقریروں، تصنیفات و کتابوں یا ایسی دینی انجمنوں سے اس کا تدارک کیا جائے جو بہت سست رفتاری سے کام کر رہی ہوں۔

عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

سیلاب کو روکنے کے لئے اس سے زیادہ زور کے سیلاب کی ضرورت ہوتی ہے، دھارے کا رخ اس سے قوی تر دھارا ہی پھیر سکتا ہے میں حجاز کے جن ادیبوں سے ملا اخوان کے جن حضرات سے ملاقات ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ تحریک اخوان المسلمین نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دیا ہے ملکی زندگی پر اس نے بڑا اثر ڈالا ہے، اس جماعت کے افراد ایمان و عمل کا وہ آتشہ کار فرما ہے اس جماعت کے افراد علم، حوصلہ مند، ولولہ، دعوت کے اسلحہ سے لیس ہیں، جب تک اگر اللہ کو منظور ہوا) تو ملک کا رخ لادینیت سے دین کی طرف پھیر سکتے ہیں اور دین کے ساتھ امتزاج و استخفاف کے مزاج کو دینی ذوق اور اس پر گامزن ہونے پر فخر کے مزاج سے بدل سکتے ہیں۔ عجم

یک جہاں عاشق کیست کہ صد جا نوشتہ ایم

نقراشی پاشا اور مرشد عام کے اچانک قتل جماعت کے توڑ دینے اخوان کو جلا وطن کرنے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا وہ حادثہ جانکاہ پیش آ گیا جس نے بالآخر ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ یہ عرب ممالک اور عالم اسلام کا المیہ ہے، خدا کو یہی منظور تھا، اب پھر سے اخوان میں نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے، وہ اپنا رسالہ نکال رہے ہیں۔ میں نے حجاز سے استاذ صالح عشماوی کو خط لکھا تھا جس میں مصر کے ارادۂ سفر کی اطلاع اور ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی، مصر پہنچ کر کئی دن تک اخوان المسلمین کے کسی اہم رکن سے ملاقات نہ ہوئی نہ کوئی ایسا آدمی ملا جو استاذ عشماوی تک رہنمائی کرتا۔

جب مجھے استاذ سعید رمضان کے وہاں موجود ہونے کی خبر ملی تو میں نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، شنبہ کی رات وہ اخوان کے کچھ نوجوان اور کالج کے طلبہ کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے، ہماری ملاقات اس طرح ہوئی جیسے بچھڑے ہوئے دو دیرینہ دوستوں سے ہوتی ہے۔ استاذ سعید رمضان سے معلوم ہوا کہ رفیق محترم مولانا محمد ناظم صاحب ندوی نے ان سے میرا ذکر کیا تھا اور ان کو میرے بعض رسالے بھی دئیے تھے استاذ سعید رمضان میرے پہلو میں بیٹھے اور مخلص دوست اور ہمدرد بھائی کی طرح باتیں کرتے رہے ان کے ہاتھوں کی حرکت اور چہرہ پر دینی آثار ابھرتی ہوئی لکیروں اور اہل مجلس کی طرف منھ پھیر پھیر کر پر لطف باتوں سے امنگ و نشاط کا جو مظاہرہ ہو رہا تھا اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ان کی جلا کی ذہانت اور زندہ دلی سے بھی طبیعت متاثر ہوئی، تھوڑی دیر گفتگو کے بعد بعض اسلامی شخصیات اور ملکوں کا ذکر چھڑ گیا، عقل و روح کی کشمکش، روح پر عقل کے غلبہ پر بات چل پڑی اس کے علاوہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں وہ اس وعدے کے ساتھ رخصت ہوئے کہ کل استاذ عشماوی سے میری ملاقات کرائیں گے!

ہم اپنی نئی جگہ، شارع موسکی، صرافوں کے بازار میں منتقل ہو گئے، پھر بعد ہم لوگ شیخ محمد حامد فقی صاحب سے ملنے کے ارادہ سے (جمعیۃ انصار السنۃ المحمدیۃ) کے دفتر گئے۔ اپنے دفتر ہی میں وہ ہم لوگوں سے بڑی خوشروئی اور حسن اخلاق سے ملے، بہ اصرار ملنے کا شکوہ کیا میں نے ...... جواب دیا، فرمانے لگے بس یہ آپ کا ...... انداز میں جواب دیا، فرمانے لگے بس یہ آپ ......

(باقی آئندہ)

سرکاری قرضوں کا مسئلہ

یہ بیان مجلس شرعیہ کے جلسہ منعقدہ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۷۱ء میں پڑھا گیا (تمہید خیر مقدمی کلمات اور چند تمہیدی جملوں کو حذف کرکے یہاں پیش کیا جا رہا ہے) اس میں سرکاری قرضوں کے بارہ میں سوالنامہ کی کچھ توضیح ہے جو ارکان مجلس کو بھیجا گیا تھا۔ نیز اس میں زیر بحث مسئلہ پر سوالیہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے دوسرے اہل علم و اہل بصیرت بھی اس مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ اس نشست کی روداد آئندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

ادارہ

محترم حضرات! جس احساس ذمہ داری اور ضرورت کے تحت مجلس کا قیام عمل میں آیا اس کے ثمرات توقع سے کہیں زیادہ بہتر رونما ہوئے۔ چنانچہ مجلس نے چند اہم قابل ذکر و لائق قدر فیصلے کئے اور عوام کو ان سے باخبر کیا۔ زمانہ کی تیز رفتاری کی وجہ سے جدید رجحانات اور نئے نئے مسائل کے پیدا ہوتے رہنے کا تقاضہ تھا کہ جلد جلد آپ جیسے اصحاب علم ارباب فتویٰ اور اہل نظر حضرات کو تکلیف دی جاتی رہتی۔ لیکن گذشتہ چند سالوں میں بعض سخت مشکلات، اور غیر معمولی حالات کی بنا پر جن کا آپ میں سے اکثر کو علم ہے، ایسا نہ ہو سکا کہ اہل علم کا اجتماع منعقد کیا جاتا اور اس سے بھرپور استفادہ کرکے حصول مقصد کے لئے راہ عمل تلاش کی جاتی اس طرح عوام، اور اہل مدارس کی توقعات جو اس مجلس سے وابستہ تھیں، انھیں کا حقہ اس درمیان پورا کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ کے صدر محترم جو نہ صرف ہند بلکہ بیرون ہند خصوصاً ممالک عربیہ و بلاد اسلامیہ کے بسنے والے دیندار مسلمانوں میں معتد بہ طبقہ کے دلوں کی دھڑکن اور ان کی امیدوں کا اس عالم اسباب میں ایک سہارا ہیں، صاحب موصوف کو مسلمانوں کے مسائل بالخصوص ان کی دینی ضرورتوں کا احساس اور فکری و ذہنی رہنمائی کا خیال ہمہ وقت فکرمند اور سراپا عمل بنائے ہوئے ہے وہ طبعی طور پر مجلس میں نئی روح پھونکنے اور عملی طور پر اسے زیادہ فعال موثر اور نافع بنانے کے لئے بے چین تھے۔ لیکن موانع سد راہ بنے ہوئے تھے۔

آں جناب کے اخلاص و جہد بلیغ کا کرشمہ ہے کہ وہ دشواریاں جو راہ میں حائل تھیں بہت کچھ زائل ہو گئیں اور وہ گھاٹیاں جن کا عبور کرنا مشکل نظر آ رہا تھا بتائید ایزدی ان کا پار کر لینا آسان ہو گیا فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک اس طرح پھر موقع

آیا کہ خدا امت اور نخبۂ علماء جمع ہوں اور ان کے اجتماع کو زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز، نافع اور مثمر بنایا جا سکے۔ تاکہ وقت کا چیلنج جو تمام مذاہب بالخصوص اسلام کو درپیش ہے قبول کیا جائے، یعنی عصری مسائل کا حل پیش کرکے عملی شہادت دی جائے کہ اسلام دین خالد ہے اور ہر زمانہ میں رہنمائی کرنے کی اس میں صلاحیت موجود ہے۔

مرسلہ سوال نامہ کے ذریعہ آج کی مجلس کا موضوع بحث تو معلوم ہو ہی چکا ہوگا۔ اس موضوع کی نزاکت و اہمیت کے بارے میں آپ جیسے ذی علم اور باخبر حضرات کے سامنے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے اسی طرح "ربوا" کی شناعت اور عام مسلمانوں کی خلاف بھی محتاج بیان نہیں تاہم چند معروضات جن کی حیثیت سوالنامہ کے کچھ اشارات کی توضیح اور اس میں اٹھائے گئے مباحث کی مختصر تشریح کی ہے اس کے ساتھ ہی اپنے محدود مطالعہ پر مبنی کچھ خیالات نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی جسارت کروں گا، اور اس کے لئے باادب اجازت چاہوں گا۔

موقر حضرات! زیر بحث مسئلہ اس اعتبار سے نازک ترین گیا ہے کہ ایک طرف تو حکومت سے قرض لینے کے معنی بظاہر سود کا معاملہ کرنے اور ربوا کے جرم میں ملوث ہونے کے ہیں، کیونکہ عام طور پر کتب فقہ میں ربوا کی جو تعریفیں کی گئی ہیں وہ اس معاملہ پر صادق نظر آ رہی ہیں۔ مثلاً علامہ برہان الدین مرغینانی نے ربوا کی تعریف اس طرح کی ہے۔

هو الفضل المستحق لاحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن عوض شرط فيه

(ہدایہ ص ۷۰ ج ۳)

علامہ زیلعی شرح ہدایہ میں ان الفاظ سے تعریف کی گئی ہے هو الفضل الخالي عن العوض المشروط

(عنایہ برحاشیہ فتح ۲۷۴ ج ۵)

از مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

متعدد کتب معتبرہ میں اس کا حکم جس سے ربو کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے یوں بیان ہوا ہے کل قرض جر نفعا حرام اذا كان مشروطاً۔

(اشباہ بحوالہ درمختار و رد المحتار اور اسکی شرح ص ۲۱۰ ج ۲)

ربوا کی ملعونیت اور عند اللہ اس کی مغضوبیت ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے اس سے زیادہ بھیانک بات اور کیا ہوگی کہ "ربوا" کا معاملہ اللہ سے جنگ کرنے کے مساوی بنا دیا گیا، اور اس کے بارے میں وہ آیت اتری جسے امام اعظم ابو حنیفہ نے بجا طور پر مسلمانوں کے لئے سخت ترین اور نہایت خوفناک آیت کہا ہے۔ کان ابو حنیفة یقول ھی اخوف آیة فی القرآن حیث اوعد اللہ المومنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوہ۔

(مدارک برحاشیہ خازن ص ۲۳۶ ج ۱)

احادیث میں محض "ربوا" ہی نہیں اس کے شبہ تک سے بچنے کے لئے ہدایت کی گئی ہے انہی وجوہ کی بنا پر صاحب ہدایہ کے الفاظ میں یہ مستقل اصل قرار پائی شبهة الربوا ملحقة بحقيقة الربوا محقق ابن ہمام نے اس پر بالاجماع علی تحریم بیع الاموال الربوية مجازفة لاحتمال عدم التساوی، (فتح القدیر ص ۲۰۳ ج ۵) کا اضافہ کرکے جہاں یہ بتایا کہ احتمال سود بالاتفاق ممنوع ہے وہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو بھی بے نقاب کرنا چاہا ہے کہ صرف احناف کے یہاں نہیں بلکہ تمام مکاتب فقہ میں یہ تسلیم شدہ اصل ہے، شریعت کی روح کو سامنے رکھتے ہوئے فقہائے کرام کے ذکر کردہ جزئیات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات نے کس طرح اس کا اہتمام کیا ہے کہ معاملات میں سود کا شائبہ بھی نہ آنے پائے یہاں ان جزئیات کا استیعاب مقصود نہیں ہے اور نہ یہ کام آسان ہے مگر بات کو واضح کرنے کے لئے ایک دو مثالوں کا پیش کر دینا شاید بے محل نہ ہوگا

فقہ کی مشہور و متداول کتاب شامی میں شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجة القرض کے بارے میں شمس الائمہ حلوانی کا قول نقل کیا گیا ہے انه حرام (شامی ص ۱۷۵ ج ۴)

درمختار میں ایک قابل تحریر اور نہایت ناپسندیدہ معاملہ ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے۔ اقبح من ذالک السلم ان بعض القری قد خربت بھذا ابن عابدین نے اس مسئلہ کی تشریح بایں الفاظ کی ہے۔ ما یفعله بعض الناس من دفع دراھم سلماً علی حنطة او نحوھا الی اھل القری بحیث یودی ذالک الی خراب القریة (شامی ص ۱۷۶ ج ۴)

معاملۂ "ربوا" کی اہمیت اور اس کی قباحت جاننے کے لئے یہ بات بھی کافی ہے کہ دار الاسلام میں غیر مسلموں کو بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ذمی ہیں وہ آپس میں بھی کر سکیں۔ حالاں کہ اس کے علاوہ دیگر امور میں دعھم و مایدینون کی پالیسی اختیار کی جاتی ہے۔

دوسری طرف مسلمانوں کی زبوں حالی اور ذلت نکبت کی حد تک پہونچا ہوا ان کا افلاس ہے، جسے دور کرنے کی بظاہر اس کے علاوہ اور کوئی سبیل نظر نہیں آتی کہ حکومت کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ صحیح ہو کہ ریاست جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام باشندوں کو ان کی ابتدائی ضروریات فراہم کرنے کا انتظام کرے اس سے مدد لی جائے بالفاظ دیگر اپنا حق مانگا جائے مگر اس کی مدد اس شکل کے علاوہ اور کسی طرح حاصل نہیں کی جا سکتی ہے کہ امداد کے نام پر لی ہوئی رقم کو مع شئ زائد (جو رقم کی ہوئی شرائط اور شرح کے مطابق) اسے واپس کیا جائے یہی وہ صورت ہے جس پر ربوا کا اطلاق بظاہر درست نظر آتا ہے جو بہر حال ایک مسلمان کے لئے نہایت قبیح۔ بلکہ خبیث چیز ہے "یہی وہ گتھی ہے جسے سلجھانا ہے کیوں کہ اس کے بغیر آج کل زندگی کی گاڑی کا چلنا بظاہر دشوار نظر آتا ہے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے بعض علماء نے جن کے اخلاص و نیت پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں، فقہاء کی ان عبارتوں کا سہارا لیا ہے جن سے بظاہر ناگزیر قسم کی ضرورتوں میں اسی نوع کے بعض معاملات کی گنجائش نظر آتی ہے۔

مثلاً ممتاز فقیہ زین العابدین ابن نجیم مصری کی مشہور کتاب "الاشباہ والنظائر" کا نہایت معروف فقرہ "الضرورات تبیح المحظورات" (سوالنامہ میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے) بار بار پیش کیا گیا ہے، اسی طرح کتاب مذکور کی اس سے بھی زیادہ تعجب خیز صراحت یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح (الاشباہ ص ۱۲۹ مطبع نظامیہ) اول وہلہ میں چونکا دینے والی ہے اور اس سے استدلال کرکے موجودہ مسائل کے بارے میں رائے قائم کرنا مستبعد نہیں معلوم ہوتا، لیکن تھوڑی دیر کے لئے اس بحث کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے کہ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں کسی بھی فرد یا جماعت کے اقوال کو اہمیت دی جا سکتی ہے۔ یا نہیں۔ تب بھی امعان نظر سے کام لینے اور ان ہی عبارتوں کو کہ جن سے جواز معلوم ہو رہا ہے سیاق و سباق سے ملا کر پڑھنے نیز اس کے ساتھ دوسرے ماخذ پر نگاہ ڈال لینے کے بعد ان استدلالوں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہ جاتی۔ ساتھ ہی یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان عبارتوں سے جو کچھ سمجھا جا رہا ہے وہ ان کا حقیقی مفہوم نہیں ہے اور حقیقتاً یہ نصوص سے معارض نہیں بلکہ ان کی شارح ہیں۔

مثلاً "الضرورات تبیح المحظورات" میں لفظ الضرورات کا مصداق متعین ہو جائے تو اس عبارت میں پھر کوئی ندرت نہیں رہ جاتی ہے ابن نجیم نے اس قاعدہ کی جو مثال پیش کی ہے اس سے بھی مراد متعین ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة " علاوہ ازیں کتاب کے شارح مایہ ناز فقیہ سید احمد الحموی نے "ضرورة" کی جو تعریف ذکر کی ہے اس کے بعد تو کوئی الجھن ہی باقی نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں فالضرورة بلوغه حدا ان لم یتناول الممنوع هلک او قارب وهذا یبیح تناول الحرام (ص ۲۲) غور فرمائیے کہ مذکورہ عبارت کا مفہوم آیت قرآن میں بیان کردہ حکم "فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه" سے کیا کچھ بھی مختلف ہے؟

کبھی اس سے کمتر درجہ کی کچھ ضرورتوں کو بھی مقام دے کر ان کی بنا پر بھی بعض ممنوعات کے ارتکاب کی اجازت دیدی جاتی ہے جس کو اصطلاح فقہ میں "حاجة" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اشباہ میں بھی ہے الحاجة تنزل منزلة الضرورة (ص ۱۲۹) لیکن حاجة کا جو مصداق فقہا نے متعین کیا ہو اس کو سامنے رکھا جائے تو زیر بحث موضوع پر استدلال کی گنجائش پھر بھی نظر نہیں آتی۔ صاحب درمختار نے کتاب الزکوۃ میں ابن ندیم سے "حاجة" کی حسب ذیل تفسیر نقل کی ہے ما یدفع عنه الهلاک تحقیقا کثیابه او تقدیرا کدینه

اس کی مزید تشریح علامہ شامی نے اس طرح کی ہے۔ ھی ما یدفع الھلاک عن الانسان تحقیقا کالنفقة ودور السکنی والات الحرب والثیاب المحتاج الیھا لدفع الحر والبرد او تقدیرا کالدین فان المدیون محتاج الی قضائه دفعا عن نفسه الھلاک (شامی ص ۶ ج ۲)

واضح رہے کہ حاجت کی مذکورہ تعریف وجوب زکوٰۃ کے موانع بیان کرتے ہوئے کی گئی ہے جہاں نسبتاً سہولت اختیار کی جا سکتی ہے لیکن "ربوا" جو جس کے قبیل سے ہے اس میں سختی کچھ سوا ہی ہوگی لان اعتناء الشرع بالمنھیات اشد من اعتنائه بالمامورات ومن ثم جاز ترک الواجب دفعا للمشقة ولم یسامح فی الاقدام علی المنھیات (حموی ص ۱۲۵) ان امور کے بعد فقیہ حموی کے چند جملے اور سن لیجئے۔ الحاجة کالجائع الذی لو لم یجد ما یاکله لم یھلک غیر انه یکون فی جھد ومشقة وھذا لا یبیح الحرام ویبیح الفطر فی الصوم (حموی ص ۱۲۲)

ثابت ہیں۔

تو اب غور طلب بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کیا اس درجہ کو پہونچ گئی ہے جسے ضرورت یا کم از کم حاجة کا نام دیا جا سکے۔ میرے خیال میں یہی وہ کلید ہے جو اس قفل کو کھول سکتی ہے۔

یہاں زمانۂ نبوت کے فقر و فاقہ اور پیٹ پر پتھر باندھے جانے والے واقعات سے صرف نظر کرنا بھی شاید مناسب نہ ہوگا۔ کیوں کہ قرآن مجید جس میں حرمت ربوا کی آیتیں بھی ہیں اسی زمانہ میں نازل ہوا۔ مسلمانوں کا مدینہ طیبہ میں یہودی دولت مندوں اور مہاجنوں سے قریبی تعلق تھا مگر کبھی بلا سودی قرضے کے علاوہ کیا افلاس اور فاقوں کی بھوک کے علاج کے لئے "سودی قرض" کی بات سوچی بھی گئی؟

یہاں سودی قرضے کے جواز کو "دار الحرب" کے مسئلہ کی آڑ لے کر بھی حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ قطع نظر اس کے کہ آج کل کسی حکومت کو مطلقاً دار الحرب کہنا ممکن بھی ہے یا نہیں ——— اور اس کے جواز و عدم جواز میں فقہا کے درمیان کیا اختلاف ہے، نیز اس کی اباحت کے لئے کیا کیا شرطیں اور پابندیاں ہیں، اس مسئلہ کا سہارا لیتے ہوئے یہ بات فراموش کر دی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو دار الحرب میں صرف سود لینے کی اجازت ہے سود دینے کی نہیں جیسا کہ محقق ابن ہمام و دیگر فقہا نے تصریح کی ہے۔ وقد الزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربوا والقمار ما اذا حصلت الزیادة للمسلم نظرا الی العلة (فتح القدیر ص ۳۱۰ ج ۵)

شامی فقیہ ابن عابدین نے سیر کبیر و دیگر کتب معتبرہ کے حوالے سے اس بات کو پوری طرح منقح کرکے پیش کیا ہے اور ان جملوں پر کلام ختم کیا ہے۔ فعلم ان المراد من الربوا والقمار فی کلامھم ما کان علی ھذا الوجه وان کان اللفظ عاما لان الحکم یدور مع علته غالبا۔

(رد المحتار ص ۱۸۹ ج ۴)

ایک ضروری امر — جس کی طرف حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نے توجہ دلائی۔ اسے بیان کئے بغیر آگے بڑھنا۔ شاید کتمان حق کی بدترین بات ہو۔ علوم اشرف کے گنج گرانمایہ "بوادر النوادر" میں ص ۲۷۶ پر ہے۔

"آیات تحریم ربوا میں ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین" اور ظاہر ہے کہ اس بقیہ ربوا کا معاملہ جس وقت ہوا ہے بقیہ دینے والے سب حربی تھے تو اگر تحریم کے بعد حربی سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو تحریم کے قبل بدرجہ اولیٰ جائز ہوتا ——— اور وہ رقم حلال ہوتی تو اس کا ترک کرنا فرض کیوں ہوتا؟

حکومت سے سودی قرض لینے کی گنجائش کے لئے زیلعی شارح کنز کے حسب ذیل قول کو بطور دلیل استعمال کیا جانا بھی مستبعد نہیں ہے اور یہ غالباً

سرکاری قرضوں کا مسئلہ

ضروری سہارا ہوگا جو اس باب میں فقہا کے کلام سے لیا جا سکتا ہو اور مفید مطلب ہو سکتا ہے۔

"الواو لیوا بیں متفاوضین ومشترکین ممان اذا نقالیا من مالہما ای مال الشرکۃ"

اس قول سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ حکومت کے خزانہ میں جمع شدہ رقم گویا سب کی ملکیت ہے اس طرح اس میں سب لوگ شریک ہیں درین صورت حکومت سے سودی لین دین کا معاملہ کرنا دو شریکوں کے درمیان معاملہ کرنے کے برابر ہوگا۔

لیکن اس استدلال کی حقیقت مغالطہ سے زیادہ نہیں ہے کیوں کہ بیت المال شرکت کے ذریعہ شریک بیت المال میں کمی بیشی کرنا چاہے وہ ایک شریک کی طرف منسوب ہو در اصل کمی بیشی ہے ہی نہیں اسی طرح شرکت کے مال کو منافع کے ساتھ واپس کرنا گویا ایک جیب سے نکال کر دوسری جیب میں رکھنے کے برابر ہے — ابن عابدین کی تشریح کے بعد اس دلیل کے تار و پود بکھر جاتے ہیں۔

(قولہ اذا نقالیا من مال الشرکۃ) الظاہر ان المراد اذا کان کل من البدلین من مال الشرکۃ اما لو اشتری احدہما درہمین من مال الشرکۃ بدرہم من مالہ...... فہو علی الربا (رد المحتار ج ۴)

بعض لوگ اس مسئلہ کے ایک اور پہلو کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ غور کرتے وقت اس پہلو کو بھی سامنے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ممکن ہے کہ اس سے مسئلہ کو سمجھنے اور حل کرنے میں مدد مل سکے وہ یہ کہ حکومت کی طرف سے دی جانے والی رقم (اس کا نام یا عنوان خواہ جو کچھ بھی اختیار کیا جائے) کیا واقعی قرض ہے اور پھر اس کی مع مستحق زائد ادائیگی کیا قرض مع سود کی واپسی ہے یا وہ اعلان اعلام جیسے مختلف مصالح کی بنا پر قرض کا نام دیدیا گیا ہے اور اس کی واپسی کے وقت انٹرسٹ کے نام سے معمولی اضافہ کی شرط بھی مصلحتاً ہی لگا دی گئی ہے۔

مثلاً ایک مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ محض امداد کے عنوان سے کسی کو کچھ دینا نفسیاتی طور پر جو اثرات مرتب کرتا ہے، قرض کے وہ اثرات نہیں ہوتے اسی طرح امدادی رقم کی واپسی کے وقت برائے نام اضافہ کی شرط لگانے کا ایک سبب بلا ضرورت قرض لینے والوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہو سکتا ہے دوسرا سبب جو نسبتاً اہم ہے اس سلسلہ کے اخراجات پورے کرنا — کیوں کہ آج کل کے نظام حکومت میں اہل ملک کو ضروریات زندگی فراہم کرنے بلکہ اب تو معیار زندگی بلند کرنے کے لئے بھی وسائل دینا ریاست کی ذمہ داری اور اس کے اہم مقاصد

میں سے یہ ظاہر ہے کہ اس کے نظم اور اس سلسلہ کے دوسرے کاموں پر اخراجات کا ہونا ناگزیر ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت بصورت انٹرسٹ کے نام پر وصول کی گئی رقم بلکہ راس المال بھی دوسرے ضرورت مندوں کو امداد محض کے طور پر دیتی ہے یا ان کو قرض دینے میں لگا دیتی ہے۔ بسینہ اس کے علاوہ دیگر مختلف رفاہی کاموں میں صرف کرتی ہے۔ جس کا فائدہ "سود" دینے والے کو بھی بالواسطہ یا بلا واسطہ پہونچتا ہے اس طرح یہ زائد رقم گویا واپس ہو جاتی ہے اور حق بحقدار رسید کی شکل حاصل آجاتی ہے۔

(مسئلہ کے اسی پہلو کی تفصیل — سوالنامہ کے ہمراہ بھیجے گئے "ضمیمہ" کے ذریعہ آپ حضرات کو معلوم ہو ہی گئی ہوگی) بہر حال اگر علمی و فقہی بنیادوں پر اس پہلو کا استوار کیا جانا ممکن ہو اس طور پر کہ اس کے نتیجہ میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے قطعاً یا اجتہاداً "ربوا" کا جو مصداق معلوم ہوتا ہے یہ صورت اس سے خارج ہو جائے تو فبہا و نعمت!

یہاں اس گوشہ پر بھی نظر رہنی چاہیے کہ آج کل کے رائج اقتصادی نظام کے اثر سے زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جو متاثر نہ ہو تو کیا اس ابتلائے عام کی بنا پر "عموم بلوی" جیسی دلیل بھی کار آمد ہو سکتی ہے؟

معزز حضرات! —— آپ کے نہایت قیمتی وقت کا معتد بہ حصہ میں نے لیا جس کے لئے معذرت خواہ ہوں — اور اب زیادہ دیر تک کچھ کہتے رہنا مناسب نہیں معلوم، موضوع بس آخر میں حضرت تھانوی قدس سرہ جن کی فقہی بصیرت اور دقت نظر مسلم ہے ان کے الفاظ میں ایک اہم اصولی بات کا پیش کر دینا مناسب بلکہ ضروری محسوس کرتا ہوں تاکہ اس جیسے تمام مسائل حل کرتے وقت اسے رہنما بنایا جا سکے حضرت موصوف فرماتے ہیں:۔

ضرورت کی عرفی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحصیل منفعت خواہ دینی ہو یا دنیوی —— خواہ اپنی ہو یا غیر کی۔ دوسری دفع مضرت اسی تعمیم کے ساتھ۔ سو تحصیل منفعت کے لئے ایسے افعال کی اجازت نہیں مثلاً محض تحصیل قوت ولذت کے لئے دوائے حرام کا استعمال ...... اور دفع مضرت کے لئے اجازت ہے، جب کہ وہ قواعد صحیحہ منصوصہ یا اجتہادیہ سے معتد بہا ہو، اور شرعی ضرورت یہی ہے — مثلاً دفع مرض کے لئے دوائے حرام کا استعمال جب کہ دوسری دوا کا نافع نہ ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہو۔ کیوں کہ بدون اس کے ضرورت ہی کا تحقق نہیں ہوتا۔

(بوادر النوادر ص ۴۹۲)

حضرت علمائے کرام! — سراپا سپاس ہوں کہ جناب نے میری گذارشوں کو توجہ سے سنا۔ امید ہے کہ فیصلہ کن رائے قائم فرما کر مزید تشکر کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

والسلام

اداریہ

ان واقعات اور اس کے نتیجہ میں پیش آنے والے سیکڑوں مسائل و مشکلات سے نہ صرف مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے بلکہ دنیا کے سارے انسانوں کو اس سے سبق لینا چاہیے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اخلاقی اصولوں اور اجتماعیت و شیرازہ بندی کے قانون کو چھوڑ کر انسان عقلی حیثیت سے ایک جانور سے بھی پست ہو جاتا ہے۔ اور وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس کی اجازت کسی تہذیب، قانون اور کسی نظام میں نہیں ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اعداء اسلام ہمیشہ سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ ہر ممکن طریقہ کے مسلمانوں کے وجود کو ختم کر دیں اور ان کے درمیان ایسے حالات پیدا کرتے رہیں جو ان کے اخلاقی و مذہبی اتحاد کا خاتمہ کر کے انھیں ذلت و پستی کے گڑھے میں ڈھکیل دیں۔ یہ صرف اس لئے کہ ان دشمنان اسلام کو صرف اسلام اور مسلمانوں سے خطرہ ہے۔

بقیہ قرآن کا پیام

کا ایک طلائی سکہ عرب میں بھی مستعمل تھا۔ آج بھی یورپ کے مختلف حصوں میں چل رہا ہے اردو میں اس کا مفہوم اشرفی ادا ہو سکتا ہے۔ انجیل میں بھی اس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

مادمت علیہ قائما۔ یعنی وہ اماً کے امانت میں برابر حیلہ و حوالہ کرتا رہے گا اور اس سے تقاضا برابر جاری رکھنا پڑے گا۔ قیام کے لفظی معنی مراد نہیں کہ واقعۃً کھڑا ہی رہنا پڑے اور چلنے یا بیٹھنے یا لیٹنے کی نوبت نہ آئے۔

(کہ ایسا کوئی مسئلہ ہرگز شریعت اسرائیلی و موسوی میں موجود نہیں)

الامیین۔ یعنی ام القریٰ مکہ کے باشندے یہود، نسلی فخر و عصبیت اور قومی غرور سے بھرے ہوئے یہود اہل مکہ کو اپنے سے بہت فروتر رکھتے تھے۔

سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ

(بانی ندوۃ العلماء)

از سید محمد الحسنی

مدیر۔ البعث الاسلامی و تعمیر حیات

ندوۃ العلماء کے تخیل اور نصب العین اس کے کردار اور تاریخ، اس کی خدمات اور خصوصیات اور اس کے بانی اولین رہنما کے سوانح اور حالات و کمالات سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ معیاری کتابت و طباعت، مجلد مع گردپوش

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا محمد رابع حسنی کے نام ایک خط

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

تاثرات مولانا ڈاکٹر سید عبد اللہ عباس ندوی

شیخ علوی بن عباس المالکی رحمۃ اللہ کی موت نے نہ صرف ہمیں اور آپ کو متاثر اور رنجیدہ کیا بلکہ اہل حرم کے لئے بہت بڑا سانحہ ہوا۔ یہاں کے بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ چالیس سال سے کوئی ایسا جنازہ نہیں دیکھا گیا جس کی مشایعت اتنے لوگوں نے کی ہو۔ حرم سے معلیٰ تک سر ہی سر نظر آ رہے تھے، جنت معلیٰ کے دونوں میدان بھرے ہوئے تھے اور ہر طبقہ کے لوگ شریک تھے یہاں تک کہ اغوات حرم اور موذنین آئمہ جن کو شاید ہی کسی نے کسی جنازے کے ساتھ دیکھا ہو وہ بھی جنازہ کے آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ جنازہ کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی کاندھا دینے کا موقع نہیں مل سکا۔ شیخ کے افریقی شنقیطی دراز قامت شاگرد جانوں سے اپنی انگلیوں پر کلائی کے زور سے پورے ہاتھ بلند کئے ہوئے جنازہ اٹھائے ہوئے تھے اس موت میں کاندھا دینے کا سوال، اخبار نامہ نگاروں کی طرح اگر لوگوں کے تاثرات معلوم کئے جاتے تو نہ جانے کن کن الفاظ میں لوگ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے، چلتے پھرتے جو الفاظ کان میں پڑے وہ اس طرح کے تھے "اب حرم میں کوئی مدرس نہیں رہا۔" کسی نے کہا یہ تو حرم کی علامت تھے، یعنی حرم اس پابندی کے ساتھ رہنے والے جیسے کبوتران حرم، دوسرے الفاظ میں اس کا ترجمہ یوں کر سکتے ہیں کہ "بلبل حرم تھے"۔ ایک واقف کار طالب علم نے کہا کہ واللہ ان سے حرم کی زینت تھی۔

شیخ علوی نے تقریباً چالیس سال حرم شریف میں درس دیا عام طور سے وہ (مسلم اور بخاری) شریف کا درس دیتے تھے، پڑھانے کا انداز علمائے سلف کا تھا اور حرم شریف کی روایات کے پابند تھے ہر درس خطبہ سے شروع اور دعا پر ختم ہوتا، مناسک حج پر انھیں کافی عبور حاصل تھا ہر مسائل کو اس کے مذہب کے مطابق مدلل مسئلے بتاتے تھے۔

اسی سال کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز سے ملنے کے لئے میرے مکان پر تشریف لائے، فرمانے لگے کہ سماحۃ السید (حضرت مولانا ابو الحسن علی مدظلہ) آتے ہیں تو میں بار بار تمھارے مکان پر آیا، جو ہوا وہ جب وہ نہیں ہوتے تو کبھی ملنے ملانے کا موقع نہیں ملتا اس لئے سوچا کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی ایک بار تمھارے پاس آؤں تاکہ ان کی آمد کے موقع پر جب آؤں تو یہ نہ سمجھو کہ مجھے تم سے کوئی تعلق نہیں ہے افسوس کہ ان کی اس تشریف ارزانی کے بعد حضرت مولانا کا حجاز شریف تشریف لانا نہیں ہوا۔

بڑے رکھ رکھاؤ کے وضعدار بزرگ تھے اپنے صاحبزادے سید محمد المالکی کو ندوہ تعلیم کی غرض سے بھیجنا چاہتے تھے، اس زمانہ میں میں انگلستان میں تھا، درمیان میں جب آیا تو فرمانے لگے۔ محمد کو ہندوستانی سفارت خانہ نے تعلیم کا ویزا نہیں دیا وہ بے چارہ کراچی، بمبئی وغیرہ کا سیر کر کے واپس آگیا، پھر بعد میں قاہرہ کے دار العلوم میں دو سال گزار آئے۔

ان کے انتقال کے بعد ان کی مختصر سوانح یہاں کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے، ان کے والد سید عباس مالکی بھی حرم شریف کے مدرس تھے، اور انھوں نے اپنی زندگی میں ان کو مسند درس پر بٹھا دیا تھا اور خود ان کے اپنے صاحبزادے سید علوی کے درس میں شریک ہوئے اور اطمینان کا اظہار کیا۔ شیخ علوی مدرسۃ الفلاح کے باقاعدہ مدرس تھے، مدرسہ کے خارج اوقات میں حرم شریف میں عصر و مغرب کے بعد حرم شریف میں درس دیتے رہے بیس سال سے سعودی ریڈیو سے جمعہ کے دن بعد فجر ان کا دینی وعظ نشر ہوتا تھا۔ رمضان المبارک میں عصر کے بعد سے افطار تک ان کا درس ہوتا۔ جس میں آخری ایک گھنٹہ دعاؤں میں صرف ہوتا۔ ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا لوگ ہاتھ اٹھاتے اٹھاتے تھک جاتے تھے مگر وہاں ایک سیل رواں تھا جو خشک نہیں ہوتا تھا، عربی خطبہ کی قدرت کلام اور تسلسل بیان کی صلاحیت کا اظہار کرتے تھے جو ایک لفظ آتا ہے۔ کان الی ریقہ وہ صفت پوری طرح ان پر صادق آتی تھی۔ یعنی زبان یا حلق خشک نہیں ہوتی تھی۔

ان کے انتقال کے تین روز بعد شیخ حسن مشاط شیخ نور سیف حسن کتبی وغیرہ نے آکر ان کے حلقہ درس میں آکر ان کے صاحبزادے محمد المالکی کو ان کی جگہ پر بٹھایا۔ پہلے ان علماء نے مختصر وعظ کے بعد دعائیں کیں، اس کے بعد ان کے والد کی مسند پر بٹھایا۔ محمد نے بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد للہ ما بعد۔

بروفات

شیخ علی علوی مالکی (مکۃ المکرمہ)

حکیم خواجہ شمس الدین (لکھنؤ)

ولہ ما اعطی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کہہ کر سبق اسی جگہ سے شروع کرایا جہاں سے ان کے والد نے چھوڑا تھا۔ اس موقع پر بھی کئی ہزار اہل حرم کا مجمع تھا اور تمام شاگرد اسی طرح بیٹھے تھے جیسے ان کے والد کے حلقہ میں بیٹھا کرتے تھے، یہ منظر خود شیخ ان کے شاگردوں کے لئے تسکین کا باعث ہوگی۔

البتہ بعض روشن خیال اہل علم کو با وجود شیخ سے محبت کے یہ بات زیادہ پسند نہیں آئی، ان کا خیال تھا کہ شیخ کے افریقی شاگردوں میں جن کو ان کے صاحبزادے سے زیادہ علمی استعداد ہے کا اور طول صحبت کا موقع ملا ہے، ان کو یہ موقع دینا چاہیے تھا۔

بہر حال محمد المالکی بھی ماشاء اللہ اپنے والد کی طرح خوش اخلاق اور متواضع ہیں، طبیعت میں سادگی ہے، عمامہ تو خیر باندھ لیا ہے مگر اپنے والد کی طرح عبا وغیرہ نہیں پہنتے ہیں اللہ استقامت بخشے امید کی جاتی ہے کہ کچھ مشق کے بعد اپنے رنگ میں وہ نئے اپنے والد کا بدل ثابت ہوں گے۔

ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ شہر لکھنؤ سے منشی حکیم شمس الدین صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر آگئی، مجھے ذاتی طور پر اس حادثہ کا بہت صدمہ پہنچا مرحوم کو اس عاجز سے خصوصی نوازش اور شفقت کا تعلق تھا، ندوہ کی تدریس کے زمانہ میں وہ اکثر شام کو ٹہلتے ہوئے تشریف لاتے تھے۔ پیرانہ سالی کے باوجود ان کو عربی تحریر کی مشق بڑھانے کا شوق تھا، سیرت النبی کے بیان کا خاص ذوق تھا وہ وضعداری، لباس کا ذوق، وقت کی پابندی، اہل علم سے تعلق، ندوہ سے محبت، ایسی پر بہار گفتگو تیز گفتاری، سرگرمی و محبت آدمی بے اختیار یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت سے نوازے۔ میں نے ان کی طرف سے کئی طواف کئے، ایک تو معمول ہی ہے کہ جس اہل تعلق کے مرنے کی خبر ملتی ہے دعائے مغفرت کے ساتھ اس کی طرف سے نفلی طواف کرلیا، حکیم صاحب مرحوم سے تو خصوصی تعلق تھا۔

غفر اللہ لہ و برد مضجعہ

تیسری قسط

اسلاف کرام کا مالی ایثار

از مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری عفی عنہ

ناظرین کرام! اسی روشنی میں عرض ہے کہ آج بھی ہمارے تجار و امراء میں سے کوئی صاحب خیر ہیں جو کہ مدارس کی تعمیری امداد کے لئے اپنی کسی مقبول رقم کا پیش کش کرتے ہوئے ہمیں بھی اچانک خوشی ہو بخادیں جس کے صلہ میں بروز حشر خدا ان کے ساتھ اچانک خوشی کا معاملہ فرمائے۔

(۱۳) عبداللہ بن مبارکؒ کے خوفِ خدا کا ایک منظر

یہ عبداللہ بن مبارکؒ وہی محدث جلیل ہیں جن پر ان کے ایک معاصر قاسم بن محمد نے رشک کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ نماز روزہ۔ حج صدقات و خیرات تو ہم لوگ بھی کرتے ہیں تو پھر ان کی ایسی شہرت کیوں ہے۔ پھر یہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سفر میں میرا ان کا ساتھ ہو گیا تو عبداللہ بن مبارک رات کی تاریکی میں پچھلے پہر اپنے بستر پر دو رہے تھے اتفاق سے ایک چراغ ادھر سے گذرا تو چہرہ اس حال میں نظر آیا واجمتہ خدہ ابتلت من الدموع فعلمت بہذہ الخشیۃ فضل ھذا الرجل۔

(صفۃ الصفوہ جلد چہارم ص۱۲۱)

یعنی روشنی میں دیکھا گیا ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ قاسم کہتے ہیں تو میں نے کہا اسی خوف خدا اور آہ سحر گاہی کے سبب ان کو فضل و کمال کا یہ درجہ میسر ہوا۔ ڈاکٹر اقبالؒ نے اس فضل و کمال کے اسباب کی کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں ؎

عطار ہو، رومی ہو رازی ہو غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں وہ اس قدر سخی تھے کہ ان کا نمونہ اس زمانہ میں ملنا مشکل ہے وہاں ان کی عبادت گذاری اور خوف خدا کا بھی یہ عالم تھا کہ رات کو روتے روتے ان کی ساری داڑھی تر ہو جایا کرتی تھی۔ آہ آج یہ لذت گریہ وزاری اور خوف خدا کی یہ کیفیت ہم اب کہاں اور کس دل میں تلاش کریں اور غریب نوازی و خدمت علم کے ایسے جذبات صادقہ کو سوائے اس جگہ دیکھیں اور کس نفس میں ڈھونڈھیں اب یہ چیزیں نہ دلی میں نہ دیوبند میں نہ سہارنپور میں نہ پنجاب میں نہ بنگال میں الا ماشاء اللہ۔ اگر کہیں دولت ہے تو علم نہیں اور اگر علم

ہے تو سوز و گداز نہیں آج دیدہ تر کی بے خوابیاں نالۂ نیم شب کی نیاز مندیاں ہم کس انسان میں ڈھونڈھیں ایک پیاری حدیث کا ٹکڑا ہے۔ رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ۔ یعنی وہ آدمی بروز محشر عرش الٰہی کے سایہ میں ہو گا جو اللہ کے ڈر سے تنہائی میں روتا رہتا ہو۔ مگر آہ اب ایسے آدمی خال خال ہیں جن پر تنہائی میں خوفِ خدا طاری ہو اور گریہ وزاری لاحق ہو الغرض خلوت کی یہ گریہ وزاری عجیب نعمت ہے کسی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

داند دلے کہ درد باو دادہ اند حبیت

از خلق دور رفتن و تنہا گریستن

نور آورد بسینہ و ظلمت برد ز دل

آغاز صبح و آخر شبہائے گریستن

(۱۴) رضائے الٰہی کے لئے صدقات و خیرات کا درجہ

انفاق فی سبیل اللہ اگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس کا نعم البدل دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

یعنی اللہ کی رضا کے لئے اس کے دین کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ایک ترقی پذیر مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دانہ کی سات بالیاں میرے کرم سے ہو جاتی ہیں۔ ویسے ہی ان گنت دو بے شمار برکتیں ہم انسان کے مالی نیکی میں عطا فرماتے ہیں جس کو پورے خلوص سے لوجہ اللہ کیا گیا ہے۔

(۱) عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں واللہ لا تجد فقد شیئ ترکتہ ابتغاء وجہ اللہ یعنی اللہ کی قسم جس چیز کو تو نے محض اللہ کی رضا کیلئے چھوڑ دیا ہو گا اس چیز کو تم زیادہ دنوں تک غائب نہ پاؤ گے یعنی اس کا مادی بدلہ بھی دنیا میں پاؤ گے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترمذی شریف میں ایک خطبہ بیان منقول ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ما نقص مال عبد من صدقۃ۔ یعنی کسی بندہ کا مال صدقہ اور خیرات سے نہیں گھٹتا۔ چنانچہ جن لوگوں نے زمانہ رسالت میں اپنی رقوم صدقات و خیرات کے ذریعہ اسلامی مشن میں مدد کے طور پر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ان کو اموال و غنائم سے بہت کچھ نعم البدل ملا۔ اور انھیں لوگوں کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے لاکھوں روپیہ بانٹا حضرت

عثمان غنیؓ کے وقت میں ان سے ہر ایک آدمی کو نقد و جنس گھی اور مشک اور کپڑے اور شہد وغیرہ ایک ذخیرہ کی حد تک ملتا رہا (مرآۃ الجنان جلد اول ص۹۶) ناظرین کرام! آپ بھی فرمان نبوت کے پیش نظر صدقات کر کے دیکھیں پوری دلجمعی و اطمینان قلبی کے ساتھ صدقات و خیرات کریں۔ پھر دیکھیں انشاء اللہ تعالیٰ حق تعالیٰ مختلف ذرائع سے آج بھی اس کی خانہ پری کرتے ہیں یا نہیں! مجھے یقین کامل ہے اور آپ کو بھی یقین کر لانا ہے کہ آپ صدقات و خیرات وغیرہ سے جو بھی رقم مدارس میں دے رہے ہیں بہت ممکن ہے اور اغلب ہے کہ آپ کے اموال میں المضاعف ترقی کا باعث آپ کے خود وہی رقوم اور وہی عطیات ہوں

مداومت علی الخیر کی چند مثالیں

ہمارے اسلاف کرام ایسے تھے کہ جس کسی نے ایک دینی کام کا ذمہ اٹھا لیا تو اسے زندگی بھر سنبھالتے اور نباہتے رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی یہی ہے۔

احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ ادومہ کہ اللہ کے نزدیک محبوب عمل وہ کام ہے جس پر ہمیشگی کی جائے پس اگر آپ نے آج تک کسی مدرسہ کو سنبھالا ہے تو آج بھی ان کی پریشان حالی میں ان کے کام آیئے اور اس کو سنبھالئے تاکہ ایک نیک کام پر آپ کی مداومت باقی رہ جائے اور یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

(۱) عبداللہ بن ابی بکرہ جو حجاج کے زمانہ میں صوبہ سجستان کے امیر تھے ایک بار انھوں نے ایک عید مبارک میں سو غلام آزاد کئے تو ہمیشہ ہر عید میں سو غلام آزاد کرنے لگے۔ علامہ یافعی لکھتے ہیں کان یعتق فی کل عید مائۃ عبد (مرآۃ الجنان جلد اول ص۱۶۱)

(۲) حماد بن ابی سلیمان نے ایک سال رمضان کی رات میں پانچ سو آدمیوں کو اپنے یہاں کھانا کھلایا تو راوی کا بیان ہے۔ کان یفطر کل لیلۃ فی رمضان خمسائۃ انسان (مرآۃ الجنان جلد اول ص۲۵۶) تو ہر سال رمضان میں روزآنہ پانچسو آدمیوں کو کھانا کھلاتے ہی رہے۔

(۳) ایک تابعی علی بن عبداللہ بن عباس ہیں ایکدن انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے ہزار سجدہ کیا تو زندگی بھر کے ہر دن میں ہزار سجدہ کرتے رہ گئے اسی لئے ان کا نام سجاد پڑ گیا تھا۔ (صفۃ الصفوہ جلد دوم ص۶۰)

(باقی ص۱۹ پر)

تعلیم کا جادو

حافظ سید حبیب الرحمن حسنی

تعلیم کا اثر دل و دماغ پر بہت پڑتا ہے۔ زندگی کے حالات بدل جاتے ہیں۔ نیک سے برا اور برے سے نیک ہوتا ہے اور یہ اسکول اور کالج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس میں طرح طرح کے طلبہ ہوتے ہیں۔ ان میں پسند کرنا پڑتا ہے کہ کس کے ساتھ رہے پھر ذریعۂ تعلیم کا اثر ہوتا ہے اور سب سے زیادہ تعلیم کا۔ میکالے نے کہا تھا کہ انگریزی تعلیم رائج کرنا چاہیے یہی ذریعہ تعلیم ہو تو لڑکا بدل جائے گا اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسی رنگ میں رنگ جائے گا۔ اکبر مرحوم نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور چنانچہ انھوں نے یہ اشعار ظریفانہ لکھے ؎

علم مغرب پڑھ کے ہوں گی ایسی خودسر بیبیاں

بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

نئی تعلیم پا کر بقول حضرت اکبر

میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیبیاں

انگریزوں کی تاریخ پڑھی۔ کوٹ اور پتلون پہنے۔ انگریزی لب و لہجہ اختیار کیا۔ مذہب سے بیگانہ ہو گئے اخلاق سے دور کا واسطہ نہ رہا۔ لندن گئے تو ماں باپ کو بھول گئے روپے سے واسطہ رہا، ماں باپ سے واسطہ نہ رہا۔ قصہ مشہور ہے کہ ایک صاحب لندن سے آئے تھے ان سے ایک اور دوست جنٹلمین ملنے آئے تھوڑی دیر میں باپ صاحب تشریف لائے تو دوست نے کہا تعارف کیجئے۔ انھوں نے ملاقاتی یا دوست کہہ کر ملانا چاہا، باپ سمجھ گئے انھوں نے کہا کہ ان کی ماں کا آشنا ہوں اور یہ کہہ کر رخصت ہوئے۔ اب ان کو مذہب سے کیا سروکار رہا ان کی اولاد ہو گی تو وہ حقوق و فرائض سے کیا واقف ہو گی۔ خدا ہدایت دے تو سب کچھ ورنہ آدمی بھٹکتا رہتا ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک انگریزی داں کا انتقال ہونے لگا۔ تلقین و توحید کیجانے لگی مگر وہ ایک او ریس کہتے رہے اسی میں انتقال ہوا۔ شرع سے ناواقف مذہب سے ناواقف صرف نام مسلمان کا۔ ایک صاحب نے تو خود کر دی اپنے لڑکوں کے نام جاپان کے بڑے بڑے لوگوں پر رکھے۔ لوگ خود حافظ ہوتے تھے مگر اپنے لڑکوں کو ناظرہ تک نہیں پڑھایا کہ وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج سے ناواقف نماز کو اٹھنا بیٹھنا سمجھے۔ ڈرل سمجھے، زکوٰۃ کی ضرورت نہیں — کہ حکومت کو ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ حج ایک سیر ہے یا نفع کمانا۔ بہت سے لوگ نفع کے لئے جاتے ہیں۔

دین کا نفع نہیں، دنیاوی نفع۔ دوسری قوم کا آدمی مطالعہ کتب سے ہو سکتا ہے۔ لوگوں کے دیکھنے سے نہیں، اکابرین نے اسی لئے انگریزوں کے زمانہ میں دیوبند مظاہر العلوم اور ندوہ قائم کیا۔ غیر مذہبی مدرسوں میں اب تو فارسی و عربی غائب اور اردو دسک رہی ہے۔ انگریزوں کے زمانہ میں مادری زبان کی حیثیت سے اردو اور ہندی لازمی تھی یعنی جن کی مادری زبان اردو تھی خواہ ہندو ہوں ان کے لئے اردو پاس کرنا ضروری ہو جاتا تھا۔ میرے طالب علمی کے زمانہ میں قریب قریب سب کا ستھ اردو لیتے تھے۔ چنانچہ بہت سے ہندو ۴۷ء و ۴۸ء میں ہندی میں فیل ہوئے۔

عربی لینے پر بھی جو لوگ انگریزی کے ذریعہ سے ڈاکٹریٹ لیتے ہیں وہ مذہب سے ناواقف ہی نہیں بلکہ خصوصاً ثابت ہوتے ہیں وہ تفاسیر و سیر و احادیث سے نابلد ہوتے ہیں اپنی اپنی طرف سے معنی پہناتے ہیں جب کہ صحابہ کرام کا عمل خود بتلاتا ہے کہتے ہیں حدیث ظنی ہے مگر تاریخ صحیح ہے کیا انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخ صحیح ہے اور معتبر۔ اپنے خیال سے برا بھلا کہا۔ شبلی نعمانی نے کال کوٹھری کو غلط ثابت کیا۔ کیا اب جو تاریخ مرتب ہو گی وہ صحیح ہو گی وہ سب مسلمان بادشاہوں کے کارناموں کو غلط ثابت کریں گے ان کی یادگاروں کو اپنی یادگاریں ثابت کریں گے۔ پھر بھی تاریخ صحیح ہے۔ ایک مسلمان گریجویٹ شاہ سعود کو غریب ثابت کر رہے تھے ملکہ ملک کو۔ حالانکہ کا بے زر کی فراوانی ہے مصر کو بھی قرض دے رہا ہے وہاں کا اسٹینڈرڈ (معیار زندگی) بہت گراں ہے یورپ اور امریکہ کا مقابلہ کر رہا ہے جو کچھ رہا سہا ہے

انگریزوں کے دور آخر تک رہا تھا وہ بھی اب جا رہا ہے۔ پہلے اردو فارسی پڑھنے والے تھے اب اردو پڑھنے والے کم ہیں۔ بہت سے اسکولوں میں اردو نہیں ہے اب عام مسلمانوں کے جو خطوط آتے ہیں وہ ہندی میں ہوتے ہیں آنجہانی پنت جی کا قول ہے ایک پنڈت سے کہنا صحیح ثابت ہوا ہے کہ اردو کے متعلق کیا سوال کرتے ہیں بیس برس کے بعد پوچھئے گا۔ اس قول کو بیس برس ہو گئے۔ اب صرف اردو پاس کرنے کا آلہ رہ گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عربی مدارس کے طلبہ کا بھی عربی کا معیار گر رہا ہے۔ سب کا معیار گر رہا ہے۔ سوا ہندی کے اس حساب بھی بہت ہو گیا ہے اگرچہ یہ انگریزوں کے شاگرد ہیں اور ان کے یہاں کیمبرج اور آکسفورڈ میں حساب کم ہے کورس اتنا بڑھ گیا ہے کہ ترقی کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اخلاق ایسے پست ہو گئے ہیں کہ پہلے استاد کی عزت تھی ان کا حکم مانا جاتا ہے۔ اب استاد کو خود جان کا ڈر رہتا ہے سیاسی پارٹیوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اگر ایک پارٹی طلبہ کو برا کہتی تو دوسری پارٹی ہمدردی کرتی ہے اور ان کے عمل کی تائید کرتی ہے۔

مذہب کی جگہ سیاست نے لی ہے۔ بات کہہ کر مکر جانا وعدہ خلافی کرنا دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، اور رشوت بڑی نہ دھوکہ بازی۔

مسلمانوں کی تعلیم تو ایسی تھی کہ غلامی سے بیزار آزادی تھی اور خدا کے احکام کے سامنے سر جھکا ہوا۔ اسلام تو لین دین، اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے رہنے کے احکام بتاتا ہے ناپ تول میں کمی کرنے اور رشوت خوری کو منع کرتا ہے صدقہ اور زکوٰۃ کے احکامات بتاتے ہیں۔ مال باپ کی عزت و توقیر کو بتاتا ہے۔ تکبر اور فخر کو برا کہتا ہے۔ زکوٰۃ وہ اچھی چیز ہے کہ اگر اس پر عمل ہو تو مشکل سے کوئی غریب رہے اور مسلمان بہت ترقی کر جائے۔ مدرسہ کثرت سے ہو جائیں۔ اب اس کی ضرورت ہے کہ دینی ابتدائی مدرسوں سے فارغ ہو کر بچے اسکولوں میں جائیں اور سب سے اچھا یہ ہے کہ ان مدارس میں تعلیم پائیں یا پھر جامعہ اور دینی تعلیم کو زیادہ کی کوشش کریں اسلئے کہ وہ بڑا کام کر رہی ہے۔

سول ایجنسیاں

اودھ جنرل اسٹور

امین آباد لکھنؤ

ایس۔ ایم ظہیر

اینڈ سنس

کانپور

قیامت کی نشانیاں

محمد شہاب الدین ندوی

جدید ملحدانہ خیالات و نظریات نے پڑھے لکھے طبقہ پر کچھ ایسا جادو کر دیا ہے کہ وہ دین و مذہب کو فرسودہ سمجھنے لگے ہیں اور مذہبی عقائد و تعلیمات سے بدظن ہو چکے ہیں۔ یا کم از کم شک و شبہ میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر چند ایسی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جو آثار قیامت سے متعلق ہیں ان حدیثوں کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی پیشن گوئی فرمائی تھی وہ آج ایک ایک کرکے پوری ہوتی جا رہی ہیں۔

۱:۔ رسول اللہ صلعم نے ایک اعرابی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا گیا کہ امانت ضائع ہونے کی نوعیت کیا ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب ذمہ داریاں نااہلوں کو سونپی جانے لگیں تو سمجھ لو کہ قیامت آنے ہی والی ہے۔ (بخاری)

کیا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت نہیں ہے کہ آج نیچے سے لے کر اوپر تک زندگی کے ہر شعبہ میں "نااہلی" کا دور دورہ ہو گیا ہے؟ چنانچہ حکومت کے افسر نااہل ہیں، لیڈر اور سیاستدان نااہل ہیں، عدالتیں نااہل ہیں، دفتروں کے کارکن نااہل ہیں، کارخانہ دار نااہل ہیں، مزدور نااہل ہیں، پولیس نااہل ہے، انتظامیہ نااہل ہے، غرض حکومت کی مشنری نااہل، کاہل، لاپرواہ، خود غرض، مفاد پرست اور عیاش ہوتی چلی جا رہی ہے۔ قابل اور ایماندار لوگوں کا یا تو قحط ہے یا پھر معاملات ان کے سپرد ہونے نہیں پاتے۔

۲:۔ رسول اللہ صلعم نے ایک دوسرے موقع پر ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جننے لگے گی اور ننگے پاؤں لوگ عمارت سازی میں مسابقت کرنے لگیں گے۔ (مسلم)

پہلے فقرہ کا مطلب مجازاً یہ لیا گیا ہے: جب اولاد اپنے والدین کی نافرمانی کرنے لگے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آج والدین کے حقوق پامال کئے جا رہے ہیں اور ایک تکلیف دہ معاشرتی مسئلہ بنتا جا رہا ہے؟ اور دوسرے فقرے کی صداقت بھی صاف ظاہر ہے کہ آج اونچی اونچی عمارتیں بنانے اور عالیشان کوٹھیاں تعمیر کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت بازی لے جانے اور باہمی تفاخر و مباہات کا ایک جنون سا پیدا ہو گیا ہے۔

۳:۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت عام ہو جائے گی، زناکاری اور شراب نوشی کثرت سے ہونے لگے گی۔ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں علم و جہل کے تذکرہ کے بعد اس طرح ہے: جب قتل و غارت گری کا دور دورہ ہو جائے گا۔ (بخاری)

یہاں پر علم سے مراد علم حقیقی ہے مطلق علم مراد نہیں ہے اس لحاظ سے کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آج انسان کی ہمہ جہتی علمی ترقی کے باوجود بھی وہ جہالت کی تہ بہ تہ تاریکیوں سے باہر نہیں نکل سکا ہے! حقیقت یہ ہے کہ عصر جدید کے انسان کا ظاہر تو بڑا شاندار اور جگمگاتا نظر آ رہا ہے۔ وہ بہت بڑا عالم و فاضل، بڑا محقق و متبحر، اسرار کائنات کا رازداں، ایٹم کا سینہ چیرنے والا، فضاؤں اور خلاؤں میں اڑنے والا، اور چاند تاروں پر ڈورے ڈالنے والا، مگر اس کا باطن نہایت سیاہ اور اس کا اندرون چنگیز سے زیادہ تاریک تر ہو چکا ہے۔ اس کو اپنی منزل کی کچھ خبر نہیں ہے اور اس کو اپنی زندگی کے مقصد اور نصب العین کا کچھ ہوش نہیں رہ گیا ہے۔ حالانکہ اس نے تمام علوم و فنون کے دفتر کھنگال ڈالے ہیں اور ہر علم و فن میں معلومات کے انبار لگا دیئے ہیں۔ وہ طبیعی علوم (SCIENSES PHYSICAL) کے اسرار سربستہ فاش کر چکا ہے اور اجتماعی علوم (SOCIAL SCIENSES) میں بھی اچھی ترقی کر لی ہے مگر اس کے باوجود وہ اس راز پر سے پردہ اٹھانے میں پوری طرح ناکام ہو چکا ہے کہ انسان کیا ہے؟ کس طرح وجود میں آیا؟ کائنات میں اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اور اس کی منزل کہاں اور کس طرف ہے؟ وغیرہ وغیرہ

اب اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے اصل مرتبہ و مقام کو فراموش کر بیٹھے! یہی ہے وہ جہالت عظمیٰ جس کی حدیث شریف میں خبر دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ انسان کی ہمہ جہتی علمی ترقی ——— علم حقیقی کے مقابلہ میں ——— جہل و گمراہی سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ ورنہ انسانی اقدار کی پامالی اور انسانیت کی پستی بلکہ رسوائی کا وہ حال نہ ہوتا جو آج ہے۔ آج کا انسان کائنات کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا اور سررشتہ حیات گم کر بیٹھا ہے۔

پھر کیا یہ بھی ایک ناقابل انکار صداقت نہیں ہے کہ حدیث شریف کے مطابق آج کا نام نہاد مہذب اور متمدن انسان شراب نوشی، زناکاری اور قتل و غارتگری وغیرہ میں اس طرح ڈوب گیا ہے کہ سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں؟ اور وہ جنگلی جانوروں اور چوپاؤں سے بھی بدتر نظر آ رہا ہے؟ مثال کے لئے خصوصیت کے ساتھ مغربی بنگال، مشرقی پاکستان، انڈونیشیا، مشرق وسطیٰ اور ویتنام وغیرہ کو دیکھ لیجئے! یہ تمام برائیاں دراصل انسانیت کے مقصد اور نصب العین کو فراموش کر دینے ہی کی بدولت پیدا ہوئی ہیں۔

۴:۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت برے اور بدکار لوگوں پر قائم ہوگی۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ روئے زمین پر ذکر الٰہی باقی رہے۔ (مسلم)

اگر مذکورہ بالا برائیوں اور اخلاق سوز حرکتوں کی یہی رفتار رہی تو پھر قیامت کے آنے میں ظاہر ہے کہ کچھ زیادہ تاخیر نہیں ہوگی۔

۵:۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نیک اعمال کی طرف سبقت کرو۔ کیونکہ عنقریب ایسے فتنے ظہور پذیر ہونے والے ہیں جو رات کی تاریکی کے مانند ہوں گے (یعنی خیر و شر میں تمیز کی قوت ہی زائل ہو جائے گی) اس وقت حال یہ ہوگا کہ جو شخص صبح کے موقع پر صاحب ایمان رہے گا اور شام ہوتے ہوتے کفر کے راستے پر چل پڑے گا اور جو شخص شام کے وقت ایماندار رہے گا وہ صبح ہوتے ہوتے بے ایمان بن جائے گا۔ یعنی وہ اپنے دین کو متاع دنیا کے عوض میں فروخت کر دے گا۔ (مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کی رنگینی اور اس کے زخارف پر کوئی ٹوٹا پڑ رہا ہے۔ حصول دنیا کی راہ میں اچھے برے اور جائز و ناجائز کی کوئی تمیز باقی نہیں رہی۔ یا رب! قسم کے لوگ تک شیطان کے دام تزویر میں مبتلا ہو کر اپنے دین و ایمان اور اخلاق و کردار کو فروخت کرتے نظر آ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کپڑا اول سے آخر تک پھٹ چکا ہو اور محض ایک تار کے سہارے باقی رہ گیا ہو اور وہ تار بھی اب تب میں ٹوٹنے ہی والا ہو۔ (بیہقی)

اس سے قیامت کی انتہائی قربت اور نزدیکی دکھانی مقصود ہے۔ بہرحال مختلف حدیثوں میں قیامت کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ آج سب کی سب پوری ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں یہ [illegible] صرف اہل اسلام ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کیلئے بھی ایک لمحہ فکریہ [illegible] اللہ بردست تنبیہ کی حیثیت رکھتی ہیں گویا کہ یہ انسان کو سنبھلنے اور [illegible] درست کرنے کا آخری اور سنہری موقع ہے اور کل کے دن اس کا بھی کوئی عذر قابل سماعت نہیں رہے گا۔

ہجرت کرنے والے پرندے

★

آپ نے بارہا چاندنی راتوں میں سفید اور سیاہ پرندوں کے غول کے غول قطار در قطار پرواز کرتے ہوئے دیکھے ہوں گے اور ان کے منظم سفر کو دیکھ کر حیرت بھی ہوئی ہوگی۔ ہم ان پرندوں کا ذکر نہیں کر رہے ہیں جو دن بھر دانا چگ کر شام کو اپنے آشیانوں یا رین بسیروں کو لوٹتے ہیں بلکہ ہم ان جانباز اور طاقتور پرندوں کا ذکر کر رہے ہیں جو اپنے وطن سے ہزاروں میل دور دراز مقامات کو عارضی طور پر ہجرت کرتے ہیں، گو ان کی مستقل سکونت تو اپنے وطن ہی میں رہتی ہے۔

دکن میں جب آموں کا موسم شروع ہوتا ہے آم کے درخت ہرے بھرے پتوں سے لد جاتے ہیں نئی نئی کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں اور نازک ٹہنیوں پر پھولوں کے خوشے جھومنے لگتے ہیں۔

آموں کی بہار کی جلوہ آرائیوں کے ساتھ ساتھ نئے پرندے بھی درختوں پر نمودار ہونے لگتے ہیں۔ جو صرف اس موسم میں ہی نظر آتے ہیں۔ ان میں قابل ذکر کوئل، بلبل، ہریل اور تی تی رام ہیں۔ یہ پھولوں کا منہ چومتے ہوئے نغمہ ریز ہوتے ہیں۔ ان کی میٹھی اور سریلی باتیں دل و جگر میں سرور اور سرمستی کی کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ لیکن بہار کے اختتام پر یہ پرندے اپنے مقامات کو واپس ہو جاتے ہیں۔

شمالی اور جنوبی علاقوں میں اکثر جانور مثلاً مچھلیے (REPTILAI) رینگنے والے (AMPHIBRI) اور تھن والے (MAMMALA) جانور تو موسم سرما کی ناخوشگوار مدت کو سرمائی نیند میں (WINTCRSYEPE) گزار دیتے ہیں۔ اس موسم میں ان کا درجہ حرارت گھٹ جاتا ہے اور یہ بغیر کسی حرکت کے خاموش پڑے رہتے ہیں صرف سانسوں کی ڈھڑ باقی رہتی ہے اور جسم میں جمع شدہ چربی غذا کا کام دیتی ہے۔

برخلاف ان کے پرندوں کا جسمانی درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا ہے اسلئے یہ سرمائی نیند نہیں گزار سکتے اس کے علاوہ غذا کی قلت اور ازدواجی دشواریاں درپیش ہوتی ہیں اسلئے ان مشکلات کے پیش نظر بعض باہمت پرندے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور معتدل مقامات کی طرف پرواز کرنے لگتے ہیں۔ جہاں انہیں رہائشی آرام اور غذا کی سہولت کے بہترین مواقع بآسانی فراہم ہو سکتے ہیں۔ ان کا سفر ہجرت

پرندے

ہمیشہ مخالف سمت اور طویل مسافت پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ اکثر شمال سے ہزاروں میل دور جنوب کی طرف پرواز کرتے ہیں۔

موسم سرما کے آغاز سے ہی ایسے پرندے ہجرت کی تیاریوں میں لگ جاتے ہیں سب سے پہلے اپنے بچوں کی حفاظت، آرام اور غذا کا سامان مہیا کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ان کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لئے وہ آشیانوں میں اپنے بال و پر نوچ کر ایک نرم و گرم بستر تیار کر دیتے ہیں اس کے بعد وہ ٹکڑیوں کی شکل میں ایک جگہ جمع ہونے لگتے ہیں جہاں کئی دن تک مشقی پروازیں جاری رہتی ہیں۔

ہجرت کے کئی دن قبل ہی بعض پرندے کافی خوراک فراہم کرکے اپنے جسم کے اندر چربی کی شکل میں جمع کرنے لگتے ہیں اور وہ آغاز سفر تک کافی فربہ اور توانا ہو جاتے ہیں یہی چربی دوران سفر میں ان کی خوراک کا کام دیتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور ان کو منزل مقصود تک پہونچانے میں سودمند ثابت ہوتی ہے ان اقسام میں بڑی جسامت کے پرندے ہوتے ہیں۔ جو اکثر دریاؤں اور تالابوں کے کنارے رہتے ہیں جیسے بطخیں، مرغابیاں، بگلے، سارس، کالیاں وغیرہ لیکن چند چھوٹے چھوٹے پرندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی جسمانی حالت اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ کافی مقدار میں خوراک حاصل کرکے چربی کی شکل میں جمع کر لیں ایسے پرندے دوران سفر میں مختلف مقامات یعنی کھیتوں، دریاؤں اور جنگلوں میں ٹھہر کر پھل پھلاری کھاتے اور دانہ دنکا چگتے ہوئے بڑے اطمینان سے اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ ان میں چھوٹی چھوٹی خوبصورت اور گانے والی چڑیاں بھی ہوتی ہیں اور دوران سفر فضاؤں میں نغمے بکھیرتی اور مختلف غذائی مقامات پر قیام کرتی ہوئی اپنی منزل مقصود کی طرف پرواز کرتی رہتی ہیں۔

دوران سفر اکثر پرندوں کی ہلاکت بھی واقع ہوتی ہے۔ وہ راتوں میں بجلی کے تاروں سے ٹکرا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں اور بعض سمندروں میں روشنی کے مناروں (LIGTH HOUES) پر بڑی بڑی جالیاں لگا دی گئی ہیں تاکہ سمندر پر سے اڑنے والے پرندے رات میں ان جالیوں کے جھولوں میں رات گزار سکیں۔

جبکہ اور بہتیرا باگ وطن میں ہی رہتے ہیں لیکن موسم سرما کی ناخوشگواری درجہ حرارت میں قابل لحاظ کمی اور غذائی مشکلات درپیش ہونے پر وہ ترک وطن پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن یہاں

محمد اکبر الدین صدیقی

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی سمت کو تعین سفر کا وقت، فاصلے کا انداز اور دوران پرواز پیش آنے والے مراحل اور مشکلات کو کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ آخر ان پرندوں کو ان سب باتوں کا کس طرح علم یا انداز ہوتا ہوگا؟ ہمیشہ سے ہی ایسے سوالات انسانی ذہن میں ابھرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں مختلف نظریات بھی پیش کئے جاتے رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۳۰ء تک کے عرصہ میں سائنسدانوں کے انہماک اور انتھک تحقیقاتی نتائج کے بعد مختلف اقسام کے پرندوں کی گرمائی و سرمائی ہجرت کے فاصلوں اور ان کے اختیار کردہ راستوں طے شدہ فاصلوں اور ان کے سفر سے متعلق کثیر معلومات جمع کی گئیں جو نہایت دلچسپ اور پر لطف ہیں لیکن سنہ ۱۹۳۰ء تک کے تمام نظریات کو قیاسات پر محمول کیا گیا چونکہ سائنسی تجربہ کے بعد یہ مسائل تشنہ ثابت ہوئے۔

برطانیہ کے ڈاکٹر میتھیوز (MATHEWS) (G.V.T) اور ڈاکٹر کریم اور جرمنی کے سائنسداں (SARRA) کی انتھک مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ ہم پرندوں سے متعلق ان کی سمت کا تعین اور اسی سمت میں ان کے سفر کی حکمتوں میں چند کا کامل یقین و بھروسہ کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میتھیوز اور کریم دونوں الگ الگ تجربہ کرتے ہوئے ایک مشترکہ نتیجہ پر پہونچے انہوں نے معلوم لگایا کہ سورج ان کی سمت کے تعین میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ چنانچہ تجربہ کے لئے جب چند پرندوں کو کھلے آسمان کے نیچے آزاد کیا گیا تو ان کو پنجرے پر اسی سمت کی طرف اپنا رخ کئے ہوئے بیٹھے دیکھا گیا جس سمت میں ان کو پرواز کرنا مقصود تھا کچھ دیر کے لئے وہ اپنے پروں کو پھڑپھڑا

کر اپنے عزم سفر کا اظہار کرتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے جھنڈوں میں وہاں سے پرواز کر جاتے ہیں۔

ڈاکٹر کریمر نے عملی طور پر اس امر کی وضاحت بھی کر دی چنانچہ اس نے تجربہ کے لئے ایک چھوٹے والا پنجرہ بنایا جس کا نچلا حصہ شیشے کا بنا ہوا تھا جہاں سے پرندوں کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ آسانی کیا جا سکتا تھا اس پنجرے میں بہت سے ہجرتی پرندوں کو اسی سمت میں رخ کرتے ہوئے دیکھا گیا جس سمت میں اس نوع کے جنگل کے آزاد پرندے پرواز کر رہے تھے۔

جب آئینوں کے ذریعہ مختلف پہلوؤں سے روشنی منعکس کی گئی تو پرندوں نے شعاع کے مطابق اپنی سمت کو تبدیل کر لیا اور اکثر یہ بھی دیکھا گیا کہ دوران سفر جب سورج گھنے بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو پرندے اپنا سفر ملتوی کر دیتے ہیں اور جب اس کی روشنی نظر آنے لگتی ہے پھر اپنا سفر جاری کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ سورج کی روشنی یا شفاف آسمان پرندوں کی پرواز میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جب پرندے ایک مرتبہ سورج کی روشنی کی مدد سے اپنے سفر کی سمت کا تعین کر لیتے ہیں تو اسی سمت میں اپنی پرواز جاری رکھتے ہیں دوران سفر جب ان کے جسم پر سورج کی ہلکی سی کرن یا روشنی پڑتی ہے تو وہ سورج کی حرکت اور اس سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی سمتوں کا تعین کر لیتے ہیں نیز یہ بھی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ انھوں نے اب تک کتنی مسافت طے کی ہے اور ابھی ان کی منزل مقصود کتنی دور ہے۔

یہ تمام باتیں دن میں سفر کرنے والے پرندوں سے متعلق ہیں مگر بعض پرندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف رات کے وقت ہی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور جونہی صبح صادق کی روشنی نمودار ہوتی ہے یہ پرندے پرپہاڑ جنگلات میں اتر جاتے ہیں جہاں گھنیری چھاؤں میں آرام کرتے اور بھیگی چیونٹیوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں گویا تمام دن پلنگ کی دھوپ بھی دیتی ہے۔ ایک عجیب سماں بندھا رہتا ہے کوئی پرندہ اپنے تمام پروں کو پھیلا کر کسی ننھی سی ڈالی پر جھولنے لگتا ہے بعض پرندے ننھی ننھی ڈالیوں پر نغمہ سرا ہوتے ہیں گویا ان نغموں سے جنگل والوں کی طبیعت خوش الحان بن جاتی ہو۔ جیسے ہی سورج کی کرنیں ہر سمت کے اس پار نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں تو یہ عیش و طرب کی محفل بھی ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے آسمان پر چاند کا تنات میں ہر سو اپنی روشنی بکھیرتا ہوا نمودار ہوتا ہے اس کی روشنی میں جانور تین ہیں یہ پرندے اپنی منزل مقصود کی طرف پرواز کرنے لگتے ہیں۔ یہ طائران شبانہ اپنی سمت کا تعین چند مخصوص سیاروں کی مدد سے کرتے ہیں۔

سائنسدانوں کے صبر آزما اور دیدہ ریز تجربات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ نباتات اور حیوانات بھی وقت جانتے اور جلاتے ہیں چنانچہ اب تسلیم کر لیا گیا کہ ہر جاندار کے جسم (سینہ) کے اندر ننھی گھڑی پائی جاتی ہے جس کو حیاتی گھڑی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو روزمرہ کے افعال میں توازن اور ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ جاندار چاہے حقیر علوی مخلوق ہو یا عصر حاضر کا ترقی یافتہ جوہری انسان۔

سائنس کی زبان میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانی قلب یا سینہ میں حیاتیاتی گھڑی کا وجود پایا جاتا ہے چنانچہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اسی کی بدولت پابند تہجد گذار اشخاص شب میں بالکل ٹھیک وقت پر خود بخود بیدار ہو جاتے ہیں اس کا عینی مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے آپ رات میں ۲ بجے بیدار ہونے کے لئے الارم کی گھڑی سرہانے رکھ کر سو جائیں چند دن تک الارم ہی کے ذریعہ اٹھیں کچھ عرصہ میں آپ بغیر الارم کے ہی ٹھیک وقت مقررہ پر بیدار ہو جایا کریں گے۔

ماہرین طیور یہ جانتے ہیں کہ پرندوں میں بھی وقت کا صحیح شعور اور حافظہ کی شاندار قوتیں پائی جاتی ہیں۔ جو آسمانی سفر کے لئے نہایت ضروری ہیں پرندے ٹھیک وقت پر جاگتے بھی ہیں اور اپنے آشیانوں میں بسیرا بھی لیتے ہیں اور وہ منظم طریقہ پر فضائی اور خلائی راہوں پر پرواز کرتے ہیں اور نہایت عمدگی اور باقاعدگی کے ساتھ وقت پر سارے امور انجام دیتے ہیں چنانچہ مرغان سحر اس کی بہترین مثال ہے۔ جو صبح کے وقت کی صحیح اطلاع دیتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ سورج کی روشنی جیسے جیسے زوال پذیر ہوتی ہے نرم و نازک بیلیوں اور پودوں کے پتے بھی مرجھانے لگتے ہیں اور شب تاریک کی آغوش میں آسودہ ہو جاتے ہیں اور نسیم سحر کی آمد آمد پر غسل شبنم سے حیات نو پانے لگتے ہیں۔

سائنسی تجربات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرندے فضائے آسمانی کی بلندیوں اور نیلگوں پہنائیوں میں شب و روز ملکوتی سیر میں مصروف پائے جاتے ہیں طائران فلک کا سینہ قدرتاً علم و آگہی یا عرفان روحانی کی نعمتوں اور اسرار و رموز فطرت سے معمور نظر آتا ہے۔

مگر انسان طائران فلک کی سیر و سیاحت کے اسرار و رموز اور ان کے وسیع علم و آگہی سے ابھی بے خبر ہے۔

بقیہ مشرق اوسط کی ڈائری

کا ایک نسخہ حاصل کر لیا تھا۔ اس کو پڑھ بھی لیا، میرا جی چاہا کہ اس کتاب پر تبصرہ لکھوں پھر اس خیال سے رکتا کہ اس کتاب پر تبصرہ کے لئے بہت زیادہ روانی اور پختگی قلم کی ضرورت ہے میں لکھنے سے زیادہ بولنے پر قادر ہوں، میں نے عرض کیا، معاف فرمائیں آپ تبصرہ لکھتے تو مجھے بڑی مسرت ہوتی۔ پھر میں نے ان سے جامع ازہر کے شیخ عبدالحلیم محمود مشہور مصنف شیخ احمد محمد شاکر نیز محترم شیخ محمد ابراہیم (من آل الشیخ) سے جو اس وقت مصر میں مقیم ہیں ملاقات کی خواہش ظاہر کی، فرمایا میں تیار رہوں ملاقات کرا دوں گا، تھوڑی دیر بعد ہم لوگوں کو انصار السنۃ کے پریس لے گئے۔

شیخ ازہر سے ملاقات

مغرب بعد ہم لوگ شیخ جامع ازہر کے گھر گئے کمرے میں داخل ہوتے ہی ہم نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے ہم کسی بڑی حکومت کے وزیر کی رہائش گاہ میں ہیں۔ استاذ محمد حامد فقی بے تکلف شیخ کے گھر میں داخل ہو گئے اس سے اندازہ ہوا کہ ان کی شیخ سے پرانی شناسائی اور دوستی ہے۔ برابر ان کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں لہٰذا انکو ملاقات کے لئے معین وقت اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں پیش آئی، شیخ کی مجلس میں ازہر کے بڑے بڑے اساتذہ اور حکومت کے عہدیداران موجود تھے ازہر کے (احرا؟) شیخ عبداللطیف دراز بھی شریک محفل تھے۔

شیخ نے اٹھ کر ہم لوگوں کو خوش آمدید کہا، شیخ محمد حامد صاحب نے مجھے شیخ کے سامنے کر دیا۔ ندوۃ العلماء اور دارالعلوم سے میرے تعلق کا اظہار کیا میں نے شیخ ازہر سے کہا میں آپ کو علماء ہند کا سلام عرض کرتا ہوں، وہ ازہر کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں شیخ صاحب نے اس کا اچھے انداز میں جواب دیا میں نے اپنی کتاب ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین کا ایک نسخہ ان کو پیش کیا، اور اٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

(باقی آئندہ)

منی آرڈر کوپن پر
اپنا پتہ
صاف اور خوشخط تحریر
کریں
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

کوائف دار العلوم

مجلس تحقیقات شرعیہ کی ایک اہم نشست

مورخہ ۱۵، ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مجلس تحقیقات شرعیہ کے صدر کی دعوت پر اس کے ارکان کا ایک اجتماع ہوا جس میں حالیہ زیر غور اہم موضوع حکومت سے اس کے مقرر کردہ ڈھانچہ کے مطابق قرض لینے کی شرعی حیثیت "پر غور و فکر کے بعد مجلس کو فیصلہ کرنا تھا۔

اس موضوع پر مجلس کی طرف سے ممتاز علماء کے پاس سوالنامہ بھیجا گیا تھا جس کے ساتھ حکومت کی طرف سے دیئے جانے والے قرضوں کی مختلف شکلوں اور ان کے قواعد و شرائط کے جائزہ پر مشتمل ایک "ضمیمہ" بھی شامل کیا گیا تھا۔

اجتماع میں حسب ذیل حضرات علماء نے شرکت فرمائی۔

جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی، جناب مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی، جناب مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی، جناب مولانا مفتی نظام الدین صاحب، جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی، جناب مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی، جناب مولانا شاہ عون احمد صاحب پھلواروی، جناب مولانا منت اللہ صاحب رحمانی، جناب مولانا سید احمد صاحب عروج قادری، جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، جناب مولانا ظفیر الدین صاحب، جناب مولانا محمد عمران خانصاحب ندوی، جناب مولانا محمد تقی صاحب امینی، جناب مولانا محمد رضا صاحب انصاری، جناب مولانا محمد اویس صاحب ندوی، جناب مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی جناب مولانا شبیر احمد صاحب میرٹھی، جناب مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی۔

صدر مجلس حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کی تجویز پر جلسہ کی صدارت حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے فرمائی، اولاً مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی نے مسئلہ کا ایک جامع علمی و فقہی جائزہ پیش کیا اور اس سے بحث شروع ہوئی۔

کئی گھنٹہ کے غور و خوض کے بعد ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی، جس کو زیر غور جزئیات اور تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی ایسی تجویز مرتب کر کے پیش کرنا تھا جس سے مجلس کے لئے فیصلے کو قطعی شکل دینے میں آسانی ہو۔

چنانچہ کمیٹی نے غور کیا اور عمومی مجلس کے غور و فیصلہ کے لئے بعض مسودات بھی تیار کئے جو مجلس میں پیش ہوئے لیکن بعض مزید غور طلب پہلوؤں کے سامنے آ جانے کی بنا پر زیادہ وقت کی ضرورت محسوس کی گئی اور ماہرین فن کی ایک کمیٹی بنا کر اس کے سپرد کیا گیا کہ اس مسئلہ پر وہ ضروری کام مکمل کر کے فیصلہ مرتب کرے اور اس درمیان اگر ضرورت سمجھے تو عمومی ارکان سے بھی مشورہ حاصل کرے اور کام کی تکمیل کے بعد مجلس کے سامنے برائے تصدیق و اعلان اپنا فیصلہ پیش کر دے

کمیٹی کے لئے حسب ذیل ارکان نامزد کئے گئے

مولانا قاضی زین العابدین صاحب (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی (امیر شریعت بہار و اڑیسہ) مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (مدیر الفرقان لکھنؤ) مولانا مفتی نظام الدین صاحب (مفتی دارالعلوم دیوبند) مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی (مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء)

مجلس کا یہ اجتماع کئی نشستوں میں دو روز جاری رہا ۱۶ مئی کو بوقت عصر ختم ہوا۔

- دارالعلوم میں امتحانات ششماہی مورخہ ۲۴ ربیع الاول مطابق ۲۰ مئی سے شروع ہوں گے اور ۴ ربیع الثانی مطابق ۲۷ مئی کو ختم ہو جائیں گے اس کے بعد ۲۹ مئی سے گرمیوں کی تعطیلات کا آغاز ہوگا۔ دارالعلوم بعد تعطیلات مورخہ یکم جولائی کو کھلے گا۔ طلبہ کے سرپرست حضرات بعد تعطیلات طلبہ کو صحیح تاریخوں پر دارالعلوم روانہ کریں تاکہ ان کا تعلیمی نقصان نہ ہو۔

- یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ دارالعلوم کے دارالطعام و ڈائننگ ہال کا افتتاح مورخہ ۲۰ ربیع الاول مطابق ۱۶ مئی کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ہاتھوں انجام پایا۔ اس موقع پر دارالعلوم کے مقامی ذمہ داران حضرات کے علاوہ بیرونی ارکان نے بھی شرکت فرمائی۔

- پچھلی اشاعت میں بھی دارالعلوم کی عمارت کے سامنے والی زمین کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا کہ حکومت نے اس زمین کے ایک بڑے حصہ کو ایکوائر کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس عظیم درس گاہ کی عمارت کی موزونیت ختم ہو جائے گی اور تعلیم پر بھی اثر پڑے گا، منتظمین اور ذمہ داران حضرات اپنی کوشش تو کر رہے ہیں۔ ناظرین سے بھی استدعا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں سے تقویت پہونچائیں خدا کرے ہماری کوششیں کامیاب ہوں۔

- مولانا محمد ہاشم صاحب راجستھان کے سفر پر تشریف لے گئے ہیں۔

- حکیم فخر الدین صاحب اضلاع میرٹھ مظفر نگر وغیرہ کے دورہ پر ہیں ان حلقوں کے مخلصین سے پیش از پیش تعاون کی درخواست ہے۔

بقیہ اسلاف کرام کا مالی ایثار

ایک بزرگ نے ایک دن ختم قرآن کیا تو اب یہ روز کا معمول ہو گیا کہ ہر روز ایک قرآن ختم کریں۔

(مرآۃ الجنان جلد اول ص ۳۴)

امام شافعی نے جو ایک دفعہ ختم قرآن کیا تو یہ روز کا معمول ہو گیا۔ ابو بکر نیشاپوری روایت کرتے ہیں کہ کان الشافعی یختم کل شہر ثلثین ختمۃ سوی ما یقرء فی الصلوٰۃ یعنی امام شافعی ہر مہینہ میں تیس قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان المبارک میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔

(صفۃ الصفوہ جلد دوم ص ۱۳۵)

امام وکیع بن جراح نے ایک مرتبہ ایک قرآن رات میں ختم کیا تو اب روزانہ ہر رات میں ایک قرآن ختم کرنے لگے۔ (صفۃ الصفوۃ جلد سوم ص ۱۰۳) ان کی بابت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں میری آنکھوں نے ان کی طرح جید حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ امام شافعی لکھتے ہیں ما رأیت بعد احمد بن حنبل افضل منہ کان یختم فی رمضان تسعین ختمۃ یعنی امام احمد بن حنبل کے بعد ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا کیوں کہ وہ ہر رمضان میں نوے قرآن ختم کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ماہ مبارک میں تین قرآن شریف یومیہ ختم کرتے تھے۔

(مرآۃ الجنان جلد دوم ص ۱۲۹)

(باقی آئندہ)